آدھا ہیرو
اشتیاق احمد
MI-8

17 Nov
2015

شوکی سیریز

آدھا ہیرو

اشتیاق احمد

نام ناول ——— آدھا ہیرو

طابع ——— اشتیاق احمد

کتابت ——— سعید نامدار

سرورق ——— محمد مقصود عُنید

قانونی مشیر ——— شمیم احمد ایڈووکیٹ

مطبع ——— عظیم علیم پرنٹرز

قیمت ——— دس روپے

ابو موسیٰ رضؓ سے روایت ہے ۔

انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ انسان مالِ غنیمت کے لیے لڑتا اور اس لیے لڑتا ہے کہ اس کی بہادری کی شہرت ہو جائے، تو ان میں سے کونسا اللہ کی راہ کا مجاہد ہے؟ آپؐ نے فرمایا، جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، بس وہی اللہ کی راہ کا مجاہد ہے ۔

(مُسلم ، مشکوٰۃ)

السلام علیکم!

آدھے ہیرو سے ملیے، لیکن آپ کہاں مل سکیں گے اس سے، کہانی ختم ہو جائے گی اور آدھے ہیرو کی شکل بھی آپ کو دکھائی نہیں دے گی — اس کے باوجود جب آپ کو معلوم ہوگا کہ آدھا ہیرو کون ہے اور کیوں کر ہے، تو آپ حیران رہ جائیں گے اور آپ کو حیران رہ بھی جانا چاہیے — یہی میری عین خواہش ہے کہ آپ ہر ناول میں حیران رہ جائیں — سسپنس آپ کو اپنی گرفت میں پوری طرح لے لے — ہاں، اس کہانی میں حالات ذرا مختلف ہیں، جب حیرت ختم ہو جائے گی، سسپنس اڑنچھو ہو جائے گا، تو بھی آدھے ہیرو کا معاملہ درمیان میں رہ جائے گا، بلکہ درمیان میں بھی کہاں رہ جائے گا، کہیں نظر ہی نہیں آئے گا اور آپ اسے اِدھر اُدھر تلاش کرتے ہی رہ جائیں گے، پھر نہ جانے وہ کونے کونے سے نکل آئے گا۔

مزے دار فائدہ

فون کی گھنٹی بجتی ہی چلی گئی — اس نے کسی طرح بھی رکنے کا نام نہ لیا۔ میں یہ بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ گھنٹی کی آواز نے صرف مجھے ہی نہیں، اشفاق، اخلاق اور آفتاب کو بھی جگا دیا ہے — یہ اور بات ہے کہ ان تینوں میں سے بھی کوئی فون کا ریسیور اٹھانے کے لیے تیار نہیں تھا — وجہ صرف یہ تھی کہ رات کا ایک بج رہا تھا اور رات کے ایک بجے صرف سوتے رہنے کو جی چاہتا ہے، نہ کہ اٹھ کر فون سننے کو — وہ بھی ایسی حالت میں جب کہ دسمبر کا آخری ہفتہ ہو — اور سردی پورے زوروں پر ہو تو کون لحاف سے ہاتھ نکالنا پسند کرے گا، لیکن مشکل یہ تھی کہ ادھر فون کی گھنٹی بھی چپ ہونے میں نہیں آ رہی تھی —

"میں جانتا ہوں، تم تینوں جاگ رہے ہو —" آخر میں نے جھنجلا کر کہا۔

"سو آپ بھی نہیں رہے —" آفتاب نے گنگنانے کے انداز میں کہا۔

"آفتاب، میں تمہیں حکم دیتا ہوں، فون سنو۔" میں بلند آواز میں بولا۔

"آپ یہ حکم خود کو یا اشفاق اور اخلاق کو کیوں نہیں دیتے۔" آفتاب نے کڑوے کسیلے لہجے میں کہا۔

"میں، یعنی کہ شوکی اینڈ کو کا انچارج تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ یہ بات ذہن میں رکھو۔"

"جی بہتر، رکھ لی — میں اس وقت ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔"

"بے وقوف، پرائیویٹ جاسوس چوبیس گھنٹے ڈیوٹی پر رہتے ہیں۔" میں نے تلملا کر کہا۔

"آپ لوگ لڑیئے نہیں، میں فون سُن لیتا ہوں۔" اشفاق نے تنگ آ کر کہا، پھر اس کا ہاتھ لحاف سے باہر نکلا، مگر فون تک نہ پہنچ سکا — کیونکہ فون تو کمرے کے درمیان میں ایک تپائی پر رکھا تھا اور ہم کمرے کی ایک ایک دیوار کے ساتھ بستروں پر لیٹے تھے۔ آخر اشفاق کو لحاف کی گرمی قربان کرنا ہی پڑی — باہر نکلتے ہی اس کے دانت بجنے لگے — یہ آواز ہم تک صاف پہنچنے لگی۔

"بھئی واہ، جلترنگ بج رہا ہے۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"لحاف سے باہر نکل کر تم بھی لطف اٹھا لو۔" اشفاق نے جل کر کہا، اور ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے بولا:

"ہیلو، کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت کیا وقت ہوا ہے۔"

اس کا لہجہ جلا کٹا تھا۔

پھر ہم نے زیرو کے بلب کی روشنی میں اشفاق کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیلتے دیکھیں — کچھ دیر تک وہ دوسری طرف سے کی جانے والی بات سُنتا رہا، پھر اس نے جلدی سے میز کی دراز میں سے قلم اور کاغذ نکالا اور کچھ لکھنے لگا۔ آخر قلم رکھتے ہوئے بولا:

"اچھا، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا، پھر کھوئے کھوئے انداز میں بولا:

"یہ کوئی جال بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟ تم کون سے جال کی بات کر رہے ہو — کون تھا فون پر؟" میں نے بے تابانہ لہجے میں کہا۔

"میری روڈ کی گلی نمبر پانچ کے مکان نمبر ۱۰۸ سے کوئی شخص بات کر رہا تھا — اس کی آواز حلق میں پھنسی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ اس مکان میں پھنس گیا ہے۔ کھڑکی، جس کے ذریعے وہ اندر داخل ہوا تھا، باہر سے بند کر دی گئی ہے، لہٰذا ہم فوراً اس کی مدد کو پہنچیں۔"

"حیرت ہے، اس نے اپنے بارے میں کیا بتایا ہے۔ کیا وہ کوئی چور ہے؟"

"اس نے صرف اتنا بتایا ہے کہ اسے شاید جال میں پھانسا گیا ہے اور اگر ہم لوگ اس کی مدد کو نہ پہنچے تو وہ بُری طرح پھنس جائے گا۔"

"لیکن اس بند مکان میں اسے ہمارا فون نمبر کس طرح معلوم ہو گیا؟" اخلاق نے اعتراض کیا۔

"مجھے کیا معلوم، کس طرح معلوم ہو گیا — یہ بات میں نے اس سے نہیں پوچھی۔" اشفاق نے بھنا کر کہا۔

"پھر کیا پروگرام ہے؟" میں نے تینوں کی طرف دیکھا۔

"اگر وہ شخص بے گناہ ہے — تب تو ہمیں اس کی مدد کو ضرور پہنچنا چاہیے — کہیں وہ واقعی کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ ہیری روڈ یہاں سے زیادہ دور بھی نہیں ہے، لہذا آؤ چلیں۔" میں نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

اب اخلاق اور آفتاب کو بھی اٹھنا ہی پڑا — ہم نے جلدی جلدی سوئٹر اور کوٹ پہنے اور دفتر والے دروازے سے نکل کر تالا لگا دیا، پھر ٹیکسی کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں —

آسمان پر چاند چمک رہا تھا، لیکن رات کے ایک بجے کون اس چاندنی سے لطف اندوز ہوتا، جب کہ سردی نے شدت اختیار کر لی تھی۔ دور دور تک کسی ٹیکسی کا نام و نشان نہیں تھا۔

"کیوں نہ ہم لوگ دوڑ لگا دیں — ٹیکسی تو ملتی نظر نہیں آتی۔ دوڑ لگانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ خون گرم ہو جائے گا۔" میں نے تجویز پیش کی۔

"اور ایک مزے دار فائدہ یہ بھی ہوگا کہ سوتے لوگ جاگ جائیں

گے اور ہمیں بے دھڑک چور خیال کر بیٹھیں گے۔" آفتاب نے کہا۔

آخر ہم تیز تیز قدم اٹھانے لگے — خوش قسمتی سے جلد ہی دوسری طرف سے ایک ٹیکسی آتی دکھائی دی۔ میں نے بے اختیار ہاتھ اٹھا دیا۔ ٹیکسی ہمارے پاس رک گئی اور ہم جلدی جلدی اس میں بیٹھ گئے۔

"ہیری روڈ چلیے۔" میں نے کہا۔ ڈرائیور منہ سے کچھ کہے بغیر ٹیکسی موڑنے لگا — دوسرے ہی لمحے ہم ہیری روڈ کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ آخر گلی نمبر پانچ کے سامنے رک گئے۔ بل ادا کرتے ہوئے میں نے کچھ سوچ کر ٹیکسی ڈرائیور سے کہا:

"کیوں جناب، کیا وقت ہوا ہوگا — میری گھڑی شاید ٹھیک نہیں ہے۔"

"ڈیڑھ بجا ہے۔" اس نے کہا — اتنی دیر میں میرے اشارے پر آفتاب ٹیکسی کے پچھلے حصے تک جا چکا تھا اور ٹیکسی کا نمبر دیکھ لیا۔ اسے اس کام کی مہلت دینے کے لیے میں نے بل ادا کرنے میں ایک منٹ صرف کر ڈالا — پھر جوں ہی ٹیکسی آگے بڑھی، میں نے آفتاب سے کہا۔

"نمبر کاغذ پر نوٹ کر لو، کہیں تم بھول نہ جاؤ — یہ بھی نوٹ کر لو کہ ہم ڈیڑھ بجے اس کی ٹیکسی سے یہاں اترے ہیں اور اب آؤ۔" یہ کہہ کر میں گلی میں داخل ہو گیا۔

"آخر اس کی کیا ضرورت ہے؟" اشفاق حیران ہو کر بولا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا، یہ ہمارے لیے جال بھی ہو سکتا ہے۔" میں

نے اسے گھورا۔

"لیکن اگر اس گھر میں ہمارے لیے کوئی جال بچھایا گیا ہے، تو ٹیکسی کے نمبر بھلا ہماری کیا مدد کر سکیں گے۔ دوسرے آپ کی گھڑی تو بالکل ٹھیک ہے، پھر آپ نے ڈرائیور سے وقت کیوں پوچھا تھا، جب کہ ہم تینوں کی کلائیوں پر بھی گھڑیاں ہیں۔"

"بس دیکھتے جاؤ۔" میں مسکرایا — اسی وقت ہم مکان نمبر ۱۰۸ کے سامنے پہنچ گئے — گلی میں میونسپل کارپوریشن کا بلب جل رہا تھا۔ اس کی روشنی میں ہمیں مکان کے دروازے پر ایک بڑا سا تالا لٹکتا نظر آیا — دائیں ہاتھ ایک کھڑکی تھی — کھڑکی میں باہر کی طرف چٹخنی لگی نظر آئی۔ بائیں ہاتھ بھی ایک کھڑکی تھی۔ اس کھڑکی میں بھی چٹخنی لگی ہوئی تھی —

میں نے کچھ دیر کے لیے سوچا — آخر آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ فوراً ہی کھڑکی پر کسی نے اندر سے ہاتھ مارا۔ میں نے چٹخنی گرا دی۔ دوسرے ہی لمحے ایک نوجوان آدمی کا چہرہ دکھائی دیا — اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں — رنگ بالکل سفید تھا — یوں لگتا تھا، جیسے اس کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

"ششش، شوکی برادرز۔" وہ بری طرح ہکلانے لگا۔

"ہاں، یہ ہم ہی ہیں — کیا مصیبت ٹوٹ پڑی آپ پر، اور یہ باہر تالا کیوں لگا نظر آ رہا ہے۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ مکان برائے فروخت ہے — شاید آپ نے دروازے پر ٹین کی ایک تختی لگی نہیں دیکھی — اس پر سیاہ حروف میں برائے فروخت لکھا ہے۔"

"نہیں، ہم نے تختی نہیں دیکھی — ہم آتے ہی کھڑکیوں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ جلدی جلدی بتائیں معاملہ کیا ہے؟"

"آپ نے کھڑکی کھول کر میری مشکل آسان کر دی — اب میں ایک منٹ بھی اندر نہیں رک سکتا۔" یہ کہہ کر وہ اچکا اور باہر چھلانگ لگا دی۔ اب وہ ہمارے ساتھ کھڑا تھا۔

"خدا کا شکر ہے۔ آؤ بھاگ چلیں۔" اس نے چند سیکنڈ تک سانس لینے کے بعد کہا۔

"بھاگ چلیں، لیکن کیوں؟" میں نے جلدی سے کہا۔

"اس لیے کہ پولیس یہاں پہنچنے ہی والی ہے۔ اندر ایک عدد ...ل موجود ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا کہا، اندر لاش موجود ہے اور آپ لاش کے ساتھ اندر موجود ...ے۔ اس صورت میں تو ہم نہیں بھاگیں گے، بلکہ ہمیں واپس اندر جانا ...گا۔" میں نے کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا خدا کر کے تو میں باہر نکلنے میں ...یاب ہوا ہوں اور آپ ہیں کہ مجھے پھر اندر لے جانا چاہتے ہیں۔ پولیس

تو مجھے فوراً دھر لے گی قتل کے الزام میں، اور آپ لوگ بھی میرے
ساتھ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ بھاگ چلیں۔
پھر میں آپ کو اپنی کہانی سناؤں گا۔"

"نہیں مسٹر، آپ ہمارے ساتھ اندر چلیں گے اور ہم پولیس کو
فون کریں گے۔ پولیس کو سب کچھ بتا کر ہی ہم یہاں سے جائیں گے۔
اگر یہ قتل آپ نے نہیں کیا تو آپ کو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت
نہیں۔ پولیس آپ کو بلا وجہ گرفتار نہیں کرے گی اور اگر آپ
مجرم ہیں، تو آپ کو گرفتار ہو جانا چاہیے۔" میں نے جلدی جلدی
کہا۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں — میں پوری طرح پھنس چکا ہوں۔
آلۂ قتل کو بھی چھو چکا ہوں — کئی دوسری چیزوں پر بھی میری انگلیوں
کے نشان موجود ہیں۔"

"اوہ، یہ صورتِ حال واقعی خطرناک ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ قانون
کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے — آپ کو فرار ہونے کا موقع دینا قانوناً
جرم ہوگا، لہٰذا ہم مجبور ہیں۔ آپ کو فرار ہونے کا موقع نہیں دے
سکتے۔"

"پھر تو — پھر تو میں نے آپ کو فون کر کے غلطی کی۔ مجھے چاہیے
تھا، اپنے گھر کے کسی فرد کو یہاں بلاتا، لیکن میں نے تو یہ سوچا تھا
کہ آپ لوگ اس قسم کے معاملے میں زیادہ مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم زیادہ مددگار ثابت ہو سکتے ہیں،
لیکن اس صورت میں، جب آپ ہماری بات مان لیں اور ہدایات پر
عمل کریں — مہربانی فرما کر اندر چلیے، تاکہ ہم پولیس کو فون کر سکیں۔"

"بہت بہتر، یونہی سہی، لیکن یہ سوچ لیں، کہیں میں آپ
لوگوں کی وجہ سے پھانسی کے تختے تک نہ پہنچ جاؤں۔"

"اگر آپ بے گناہ ہیں، تو خدا پر بھروسا رکھیے، آئیے۔"

یہ کہہ کر میں نے دونوں ہاتھ کھڑکی پر رکھے اور اچک کر
دوسری طرف کود گیا اور یہی میری غلطی تھی — مجھے چاہیے تھا، پہلے
اس نوجوان کو اندر داخل ہونے کے لیے کہتا — میرے اندر پہنچتے ہی
اس نے آفتاب اور اخلاق کو بیک وقت دھکا دیا — دونوں اشفاق
سے بُری طرح ٹکرائے اور جب ہم نے بوکھلا کر اس کی طرف دیکھا
تو بہت دُور دوڑتا نظر آیا۔

"بھاگو، اسے پکڑو — اگر یہ نکل گیا تو ہم مشکل میں پھنس جائیں
گے۔" میں نے بوکھلا کر کہا اور خود بھی واپس باہر کی طرف چھلانگ
لگا دی۔ ہم چاروں اس کے پیچھے جان توڑ کر بھاگے، لیکن جب ہم
سڑک پر پہنچے، وہ غائب ہو چکا تھا — دور دور تک اس کا کوئی
پتا نہ تھا۔

"مارے گئے۔" میں بوکھلا اٹھا۔

"مارے کیسے گئے — اس میں ہمارا کیا قصور — اب ہمیں چاہیے

کہ چپ چاپ اپنے گھر جا کر سو جائیں۔ کسی کو کانوں کان بھی یہ خبر
نہیں ہونی چاہیے کہ ہم اس بارے میں کچھ جانتے ہیں۔" اخلاق نے
جلدی سے کہا۔

"لیکن یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوگا — ہمیں چاہیے
وہاں چل کر پولیس کو فون کریں۔" میں نے انکار میں سر ہلایا۔

"اس طرح تو ہم اپنے لیے خود مصیبت مول لے لیں گے
آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"مجبوری ہے، مصیبت تو مول لینا ہی ہوگی۔" اشفاق نے
کندھے اچکائے

آخر ہم پھر اس مکان تک آئے۔ کھڑکی پھلانگ کر اند
داخل ہوئے اور پھر اس کمرے تک پہنچ گئے، جس میں لاش موجو
تھی۔ اندر کا منظر بہت ہولناک تھا۔ ہم لرز کر رہ گئے۔

لاش کمرے کے فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی — اس کے دونو
بازو پہلوؤں سے چپکے ہوئے تھے — منہ آدھا نظر آ رہا تھا۔ ٹانگیں پھیل
ہوئی تھیں، پیروں میں جرابیں اور جوتے موجود تھے، لیکن فرش پر خون
ہی خون پھیلا ہوا تھا — اتنا بہت سا خون دیکھ کر ہم دہشت زدہ ہ
گئے اور تھر تھر کانپنے لگے۔ اسی حالت میں ہم نے باقی ماندہ کمرے
جائزہ لیا — ایک طرف دیوار کے ساتھ رکھی تپائی پر فون رکھا تھا۔ کمر
میں ایک میز بھی موجود تھا — ہر چیز پر گرد جمی تھی — ایسے میں ہ

آلۂ قتل کا خیال آیا، کیونکہ اس نوجوان نے بھی آلۂ قتل کا ذکر تھا۔ ہم
نے اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو فرش پر پھیلے خون میں
ایک خنجر پڑا دکھائی دیا — اس کا دستہ تقریباً نصف خون سے
محفوظ تھا: گویا اس کے دستے پر اب اس نوجوان کی انگلیوں
کے نشان موجود تھے — فرش پر خون کی چادر سے صرف ایک
انچ دور ایک بڑی سی شیشی الٹی پڑی تھی — اپنے آپ کو خون
سے بچاتے ہوئے ہم اس شیشی کے قریب پہنچ گئے — ہم نے
دیکھا، وہ کسی دوا کے شربت کی شیشی تھی — اس میں عنابی سے
رنگ کا شربت بھی موجود تھا — کمرے کا مکمل طور پر جائزہ لینے کے
بعد میں نے ان کی طرف دیکھا۔

"اب ہمیں فون کر دینا چاہیے۔"

"اور خود کو قانون کے حوالے کر دینا چاہیے۔" آفتاب نے
فوراً کہا۔

"وہ کیسے؟ یہاں کسی چیز پر بھی ہماری انگلیوں کے نشانات
موجود نہیں ہیں — پھر بھلا پولیس ہمیں قاتل کس طرح سمجھ سکتی
ہے — ہم تو پولیس کی مدد کے خیال سے فون کرنا چاہتے ہیں
تاکہ وہ یہاں پہنچ کر اپنی کارروائی مکمل کر سکے، ورنہ ہو سکتا ہے
انہیں صبح سے پہلے اس واردات کی خبر نہ ہو سکے۔" میں نے

کہا—

"لیکن بھائی جان، آپ یہ کیوں بھولتے ہیں کہ جس شخص نے کھڑکی باہر سے بند کی تھی، وہ پولیس کو بھی فون کر چکا ہوگا۔ اور اس کا بیان یہ ہوگا کہ اس نے اندر گڑبڑ اور ہولناک قسم کی چیخ سن کر کھڑکی باہر سے بند کر دی تھی—پھر پولیس کو فون کیا تھا، تاکہ مجرم بھاگ نہ جائے—کہنے کا مطلب یہ کہ پولیس تو اب یہاں پہنچنے والی ہی ہوگی—ہم سے پہلے وہ اس لیے نہیں پہنچ سکی کہ انہیں اندراج وغیرہ کر کے چلنا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کانسٹیبلوں کو بھی تیار ہونے کا وقت دینا پڑتا ہوگا۔" آفتاب نے کہا۔

"خیر، اس صورت میں بھی ہمیں فون کر دینا چاہیے۔ یہ ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

یہ کہہ کر میں فون کی طرف بڑھا ہی تھا کہ باہر ایک جیپ رکنے کی آواز سنائی دی—اور پھر بہت سے بھاری قدموں کی آواز گونج اٹھی—ہمارے دل دھک دھک کرنے لگے—ہم جلدی جلدی ایک طرف سمت میں کھڑے ہو گئے۔

"اندر جو کوئی بھی ہے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر باہر آ جائے۔ اگر ہماری ہدایت پر عمل نہ کیا گیا تو ہم فائرنگ شروع کر دیں گے—مکان کو پہلے ہی گھیرے میں لیا جا چکا ہے۔"

"چلو بھئی ہاتھ اٹھا کر کھڑکی کی طرف۔" میں نے ان سے کہا۔

اور پھر بلند آواز میں بولا۔

"ہم آ رہے ہیں جناب، ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ ہم نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا رکھے ہیں۔"

اور ہمارے قدم کھڑکی کی طرف اٹھنے لگے—

مُردہ خانہ

کھڑکی کے سامنے پہنچ کر ہم نے سب سے پہلے ایک حوالدار کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس کے پیچھے چند کانسٹیبل کھڑے نظر آئے۔ بائیں ہاتھ دو آفیسر کھڑے تھے، لیکن وہ چونکہ ذرا ہٹ کر کھڑے تھے، اس لیے ہم ان کے چہرے نہ دیکھ سکے۔

"تو تم نے قتل کیا ہے؟"

"جی نہیں، اتنا خوف ناک کام اتنے معصوم لوگ نہیں کر سکتے۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"اوہو، یہ آوازیں تو جانی پہچانی ہیں۔" ایک آفیسر کی آواز سنائی دی اور ہم چونک اٹھے۔ آواز جلالی نور کی تھی۔ اب وہ ہمارے سامنے آگیا۔ اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ اس کے ساتھ اس کا اسسٹنٹ راشد تھا۔

"ارے انکل جلالی یہ آپ ہیں۔ آپ کو یہاں دیکھ کر بے تحاشا خوشی ہوئی۔" آفتاب چہکا۔ لیکن ہم نے صاف محسوس کیا، اس کی آواز

میں لرزش تھی۔ جو اس کے خوف زدہ ہونے کا پتا دے رہی تھی۔

"ہاں، یہ میں ہوں۔ ابھی تمھیں اور خوشی ہوگی۔ چلو بھئی، اندر چل کر دیکھیں، انھوں نے کیا گُل کھلائے ہیں۔" جلالی نور نے طنز بھری آواز میں کہا۔

اور ہم سب لاش والے کمرے میں پہنچے۔ کمرے کا بغور معائنہ کرنے کے بعد جلالی نور نے کہا:

"اس مرتبہ تو پھر تم بہت بُری طرح پھنس گئے۔"

"جی نہیں، آلۂ قتل یہاں موجود ہے اور اس پر کسی کی انگلیوں کے نشانات موجود ہوں گے۔ اس صورت میں بھلا ہم کس طرح پھنس سکتے ہیں۔"

"ہاں، یہ بات تو ہے۔ چلو راشد، لاش کے کپڑوں کی تلاشی لو۔ شاید کوئی کام کی چیز مل جائے۔" اس نے اپنے اسسٹنٹ سے کہا۔

"جی بہتر۔" راشد نے کہا اور خود کو خون سے بچانے کی کوشش کرتے ہوئے لاش تک پہنچ گیا۔ اس نے جیبوں کی تلاشی لی اور کچھ چیزیں لے کر واپس پلٹا۔ ہمیں اس کے ہاتھوں میں ایک شناختی کارڈ، ایک بٹوہ، چند کاغذات، گولیوں اور کیپسولوں کا ایک لفافہ وغیرہ نظر آئے۔ جلالی نور نے شناختی کارڈ لے کر دیکھا اور بولا:

"یہ کارڈ جوزی خان نام کے آدمی کا ہے، لیکن کارڈ پر جو تصویر

ہے، وہ اس شخص سے نہیں ملتی، جو ہمارے سامنے لاش کی صورت میں پڑا ہے؛ گویا یہ کارڈ کسی اور کا ہے — خیر، ہم اس کارڈ والے شخص کی مدد سے اس مقتول کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔" یہ کہہ کر وہ پرس کی طرف متوجہ ہوا، لیکن پرس میں سوائے چند کرنسی نوٹوں اور تھوڑی سی ریزگاری کے اور کچھ نہ تھا۔ کاغذ دیکھتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔

"یہ تو کچھ ڈاکٹری نسخے ہیں — شاید یہ آدمی بیمار تھا، لیکن نسخے بھی جوزی خان کے نام کے ہیں — ارے ہاں، یہاں دوا کی ایک شیشی بھی تو موجود ہے — حیرت ہے، یہ شخص اس بوتل کو ساتھ کیوں لیے پھرتا ہے۔ اب یہ کوئی ڈاکٹر ہی دیکھ کر بتائے گا کہ ان نسخوں میں یہ شربت بھی موجود ہے یا نہیں — دوسری حیران کن بات یہ ہے کہ یہ شخص یہاں کیسے پہنچ گیا — یہ مکان تو برائے فروخت ہے — ہمیں فون کس نے کیا تھا — خیر، پہلے تو میں تمہاری کہانی سنوں گا۔" یہ کہہ کر جلالی نور خاموش ہو گیا اور ہمیں گھور گھور کر دیکھنے لگا — میں نے اسے سب کچھ بالکل سچ سچ سنا دیا۔ کوئی بات بھی نہ چھپائی۔

"ہوں ٹھیک ہے — اگر اس خنجر پر اس شخص کے نشانات موجود ہیں تو تمہاری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ اس صورت میں تمہارا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہو گا — لیکن اس وقت تک تمہیں حراست میں رہنا ہو گا۔"

"دیکھیے انکل، ہم بھاگے تو نہیں جا رہے۔ اگر ہماری بات غلط ثابت ہو تو آپ ہمیں شوق سے گرفتار کرنے آ جائیے گا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے، یہ نہیں ہو سکتا — تمہیں میرے ساتھ پولیس سٹیشن چلنا ہو گا۔ ایک طرف بیٹھ جاؤ اور ہمیں کارروائی مکمل کر لینے دو۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"جی بہتر۔" میں بولا اور پھر اسی کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ خون چونکہ بہت دور دور تک پھیل گیا — اس لیے فرش پر دیواروں کے پاس ہی جگہ بچی تھی۔ لاش کے آس پاس دو تین جگہیں ایسی ضرور تھیں، جو خون سے بچ گئی تھیں — ہم یہ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ اس پتلے دبلے آدمی میں اتنا خون کہاں سے آ گیا۔ آخر ماہرین کو فون کیا گیا — ہمارا تحریری بیان لیا گیا۔ لاش کی تصویریں لی گئیں — خنجر اور شربت کی شیشی کو محفوظ کیا گیا — لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوانے کے بعد کہیں جا کر ہمیں وہاں سے نکلنا نصیب ہوا۔ جب ہم پولیس سٹیشن پہنچے، رات کے تین بج رہے تھے۔ گویا دن نکلنے میں صرف تین گھنٹے باقی تھے — جلالی نور نے ہمارے ساتھ اتنی نرمی ضرور کی کہ ہمیں حوالات میں بند کرنے کی بجائے اپنے کمرے میں کرسیوں پر بٹھایا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"انکل، کیا آپ دن رات ڈیوٹی پر رہتے ہیں؟"

"نہیں، میں تو اس وقت سو رہا تھا، جب فون ملا، لہذا اٹھنا پڑا۔ رات کے وقت پولیس سٹیشن میں حوالدار باری باری ڈیوٹی پر رہتے ہیں" اس نے کہا۔

"کیا آپ کارڈ والے پتے پر چیک نہیں کریں گے؟" اشفاق بول اٹھا۔

"سب کچھ کروں گا۔ پہلے یہ تو معلوم ہو جائے کہ خنجر کے دستے پر تم میں سے کسی کی انگلیوں کے نشانات نہیں ہیں۔"

ماہرین نے ہماری انگلیوں کے نشانات بھی لیے تھے، تاکہ موازنہ کیا جا سکے اور آخر ایک گھنٹے کے بعد رپورٹ موصول ہوئی۔ اس کے مطابق خنجر پر کسی شخص کی انگلیوں کے نشانات موجود تھے، لیکن وہ ہم میں سے کسی کے نہ تھے۔

"ٹھیک ہے، تم لوگ جا سکتے ہو۔ اور ہاں، اس معاملے سے اب الگ ہی رہنا۔ اگر ٹانگ اڑائی تو واپس نہیں کھینچ سکو گے۔" اس نے کہا۔

"جی کیا چیز واپس نہیں کھینچ سکیں گے؟" آفتاب نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ٹانگ۔" اس نے تیز آواز میں کہا۔

"بہت بہتر۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں۔ کم از کم اس کیس میں اپنی ٹانگ نہیں اڑائیں گے۔" میں نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے ہمیں کھا جانے والے انداز میں کہا۔

"جی، مطلب۔ کس بات کا مطلب؟ بس ہم اپنی ٹانگ نہیں اڑائیں گے۔" میں سہم کر بولا۔

"ٹھیک ہے، اب تم جا سکتے ہو۔ راشد چلو بھئی، ہم ذرا کارڈ والے پتے پر ہو آئیں۔"

اور ہم تھانے سے باہر نکل آئے۔ جی بے تحاشا چاہ رہا تھا، ہم بھی پولیس جیپ کا تعاقب کسی ٹیکسی میں کریں اور کارڈ والے پتے تک جا پہنچیں، لیکن وعدہ کر چکے تھے، اپنی ٹانگ نہیں اڑائیں گے، اس لیے گھر کی طرف چل پڑے۔ رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ نہ جانے چکر کیا ہے۔ مقتول کون ہے۔ وہ شخص کون تھا۔ وہ اس مکان میں کس طرح پہنچ گئے تھے، جو برائے فروخت تھا۔ ہمارے ذہنوں میں کھچڑی سی پکتی رہی اور ہم گھر پہنچ گئے، پھر بے سدھ سوتے رہے۔ آنکھ تو اس وقت کھلی، جب امی جان جھنجوڑ جھنجوڑ کر اٹھا رہی تھیں۔

"کم بختو، اب تم نماز کی طرف سے اتنے بے پہو ہو گئے ہو۔ غضب خدا کا ساڑھے سات بج گئے اور چاروں گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں۔"

"قسم لے لیجیے امی جان، ہم نے تو ایک گھوڑا بھی نہیں بیچا۔" اشفاق نے نیند میں ڈوبی آواز میں کہا۔

"پیچھے بھی کہاں ہے، کوئی تھا ہی نہیں۔" آفتاب بڑبڑایا۔

"میں کہتی ہوں اٹھو۔"

ہم ہڑبڑا کر اٹھے — جب امی جان کو یہ بتایا کہ ہم رات جاگتے رہے ہیں، تو انھوں نے معاف کر دیا — قضا نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے کہ فون کی گھنٹی گنگنانے لگی — میں نے جلدی سے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو، کون صاحب؟"

"جلالی نور بول رہا ہوں — تم شوکی ہو۔"

"آپ نے ٹھیک پہچانا — سنائیے کیا رہا رات کی واردات کے بارے میں۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"میں نے جناب کو فون اس لیے نہیں کیا کہ واردات کے بارے میں رپورٹ پیش کروں — آپ ذرا تھانے میں تشریف لے آئیے۔" اس نے جلے بھنے انداز میں کہا۔

"ج، جی تھانے، اتنے صبح سویرے — آخر کیوں؟" میں بوکھلا اٹھا — اشفاق، اخلاق اور آفتاب کے علاوہ امی جان بھی میری طرف متوجہ ہو گئیں۔ اسی وقت ابا جان بھی وہاں آگئے اور حیران ہو کر بولے:

"یہ تم سب فون کے گرد کیوں جمع ہو؟"

"جی وہ تھانہ....." میں نے گھبرا کر کہا اور ریسیور پر ہاتھ بھی نہ رکھا —

"کیا کہا، جی وہ تھانہ۔" جلالی نور کی آواز سنائی دی —

"جی میں اپنے ابا جان سے بات کرنے لگا تھا۔"

"پہلے مجھ سے بات کر لو — ہاں تو تم چاروں فوراً تھانے پہنچ جاؤ۔ میں تمہیں ایک زوردار چیز دکھانا چاہتا ہوں۔"

"جی بہتر، یہ آپ ہم سے درخواست کر رہے ہیں یا ہمیں حکم دے رہے ہیں۔" میں نے ڈرے ڈرے انداز میں پوچھا۔

"کیا بکواس ہے — میں اور تم سے درخواست کروں گا — یہ میرا حکم ہے۔ فوراً تھانے پہنچو، ورنہ زبردستی بلوالوں گا۔"

"شش، شکریہ — اس کی ضرورت نہیں — ہم خود ہی آجاتے ہیں۔" میں نے ہکلا کر کہا — اور ریسیور رکھ کر انھیں بتایا۔

"لیکن جلالی نور تمہیں کیوں بلانا چاہتا ہے۔" ابا جان حیران ہو کر بولے۔

ہم نے انھیں رات والی واردات کے بارے میں بتایا اور پھر تھانے کی طرف روانہ ہو گئے — جلالی نور نے برا سا منہ بنا کر ہمیں دیکھا پھر بولا:

"آؤ چلیں۔" ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا —

"جی، لیکن چلنا کہاں ہے؟"

"جہنم میں۔" اس نے پیر پٹخا —

"ہاں، لیکن جناب — ہم تو گناہوں سے ہمیشہ بچنے کی کوش
کرتے ہیں۔ رشوت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ پانچ وقت کی ن
پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں، جوں ہی طاقت ہوئی، ح
بھی کریں گے، پھر بھلا ہم آپ کے ساتھ جہنم میں کس طرح جا ر
ہیں" آفتاب نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"خاموش، میں زیادہ باتیں پسند نہیں کرتا"

"آپ نے اچھا کیا' یہ بات بتا دی، ورنہ آفتاب تو آپ
دماغ چاٹ لیتا" اخلاق جلدی سے بولا۔

"اس کی کیا مجال کہ میرا دماغ چاٹ سکے" جلالی نور ن
اخلاق کو گھورا۔

"ج ج، جی — وہ — وہ — میرا مطلب تھا..." اخلاق ہکلا
رہ گیا۔

"اپنا مطلب اپنے پاس رکھو اور اب چلو"

اس نے ہمیں اپنی جیپ میں پچھلی سیٹ پر بٹھایا اور خود اگ
سیٹ پر بیٹھ کر جیپ سٹارٹ کر دی۔ ہم حیران تھے، وہ ہمیں کہا
لے جا رہا ہے — دل ہی دل میں ڈر بھی رہے تھے کہ بس آیا ہی
چاہتی ہے کوئی مصیبت — اور پھر جیپ رک گئی — ہم نے دیکھا
جس عمارت کے سامنے جیپ رکی تھی، اس کی پیشانی پر مردہ خا
لکھا تھا —

"یہ — یہ آپ ہمیں مردہ خانے کیوں لے آئے ہیں؟" میں نے
گھبرا کر کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ"

آخر ہم اس کے پیچھے چلتے اندر داخل ہوئے۔ مردہ خانے کی
سرد ہوا نے ہم پر کپکپی طاری کر دی —

"یہ — یہ جہنم، اتنا سرد کیسے ہو سکتا ہے" اشفاق نے
ڈری ڈری آواز میں کہا۔

جلالی نور ایک میز کے قریب رک گیا — اس ہال میں بے
شمار میزیں رکھی تھیں۔ ان میں سے چند پر مردے رکھے تھے، جنہیں
سفید چادروں سے ڈھانپ دیا گیا تھا — جلالی نور نے مردے پر سے
کپڑا ہٹا دیا — ہمارے سامنے ایک لاش پڑی تھی، لیکن اس شخص
کو ہم نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"میرا خیال ہے، تم اس شخص کو جانتے ہو" جلالی نور کی
آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"آپ کا خیال غلط ہے — ہم اس شخص کو زندگی میں پہلی بار
دیکھ رہے ہیں، لیکن اب یہ بے چارا شخص کہاں رہا — یہ تو اب مردہ
ہے"

"ہاں، اسے کسی نے رات خنجر سے ہلاک کیا ہے۔ تمہیں بھی
اس مکان میں پایا گیا تھا" جلالی نور مسکرایا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ — یہ وہ آدمی نہیں ہے — ہم نے اس کا چہرہ بہت اچھی طرح دیکھا تھا" اشفاق بولا۔

"یہ وہی آدمی ہے — بعد میں جب اس کے چہرے کا جائزہ لیا گیا تو چہرے پر میک اپ کے آثار پائے گئے۔ میک اپ اتارنے کے بعد جو چہرہ سامنے آیا، وہی چہرہ اس وقت تمہارے سامنے ہے۔ ویسے میک اپ معمولی سا تھا۔"

"اوہ!" ہم دھک سے رہ گئے — معاملہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا تھا اور ہم یہ بھی سوچ رہے تھے کہ آخر جلالی نور ہمیں یہاں کیوں لایا تھا۔ اسی وقت اس نے کہا:

"اب آؤ، پھر تھانے چلیں۔"

"جی! اب پھر تھانے جانے کی کیا ضرورت ہے۔" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔" اس نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

جیپ میں بیٹھ کر ہم تھانے پہنچے اور پھر جلالی نور کے ساتھ حوالات کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ حوالات میں چھ سات حوالاتی موجود تھے۔ ان میں سے ایک کے چہرے پر جوں ہی ہماری نظر پڑی، ہم ٹھٹک کر رک گئے — یہ وہی شخص تھا جس نے رات ہمیں فون

کر کے بلایا تھا اور پھر ہماری ہدایات عمل نہ کرنے کی وجہ سے بھاگ نکلا تھا۔

○

"مسٹر باری! ادھر آؤ — جلالی نور کی آواز نے اندر موجود سب لوگوں کو بوکھلا دیا۔ وہ شخص چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگا اور پھر جلدی سے سلاخوں کے پاس آ گیا — اس کی آنکھیں بڑی طرح سرخ ہو رہی تھیں اور ان پر ورم بھی تھا۔ شاید وہ بہت رویا تھا۔

"تت۔ تو کیا آپ لوگ آ گئے۔ میں شکر گزار ہوں۔" اس نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے تم چاروں کو اسی کی درخواست پر بلایا ہے، لیکن اس سے ملانے سے پہلے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ تمہیں لاش کا نظارہ کرا دوں۔" جلالی نور کے لہجے میں گہرا طنز تھا، نہ جانے کیوں۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" میں نے الجھ کر کہا۔

"کچھ بھی نہیں، تم اس سے بات کرو اور جب فارغ ہو جاؤ تو مجھ سے اجازت لے کر جانا — اس نے کہا — ایڑیوں پر گھوما اور اپنے دفتر کی طرف چل پڑا۔

"جی بہتر۔" میں نے منہ بنایا، پھر اس شخص کی طرف مڑا۔

"تو آپ کا نام باری ہے؟"

"ہاں، میرا نام یہی ہے، باری خان۔"

"فرمائیے، آپ نے ہمیں یہاں کیوں بلایا ہے؟"

"میں چاہتا ہوں، آپ یہ کیس اپنے ہاتھ میں لے لیں۔"

"کون سا کیس؟" میں نے بُرا سا منہ بنایا، کیونکہ اس شخص پر مجھے بے تحاشا غصہ آ رہا تھا۔

"یہی قتل کا کیس — جس کے الزام میں مجھے گرفتار کیا گیا ہے، لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس واردات سے میرا کوئی تعلق نہیں۔"

"قسم کھانے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ عدالت میں قسمیں کھا کر کیس نہیں لڑے جاتے — جب آپ نے رات ہماری بات نہیں مانی تھی، تو پھر اب ہمیں کیوں بلایا ہے؟"

"اس وقت میں یہی سمجھا تھا کہ بھاگ کر بچ جاؤں گا، لیکن یہ میری غلطی تھی۔" اس نے کہا۔

"انسپکٹر جلالی نور آپ تک کس طرح پہنچ گئے؟"

"شناختی کارڈ کے ذریعے۔" اس نے کہا۔

مجھے یاد آ گیا۔ رات لاش کے کپڑوں میں سے ایک شناختی کارڈ بھی برآمد کیا گیا تھا، لیکن اس شناختی کارڈ پر تصویر لاش کے

چہرے سے مطابقت نہیں رکھتی تھی — اور اب مجھے یہ بات یاد آ گئی تھی۔ کارڈ پر جو تصویر تھی، وہ اس مردے کے چہرے سے ملتی جلتی تھی۔

"شناختی کارڈ کے ذریعے، کیا مطلب؟" میں نے اخلاق کو کہتے سُنا —

"ہاں، انسپکٹر صاحب کو لاش کے کپڑوں سے ایک شناختی کارڈ ملا تھا۔ اس کارڈ پر پتا میرے گھر کا لکھا تھا، لہٰذا جلالی نور صاحب تقریباً تین بجے میرے ہاں پہنچے — دستک سُن کر میں نے دروازہ کھولا اور انہیں دیکھ کر گھبرا گیا — میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ پولیس اتنی جلدی مجھ تک پہنچ جائے گی، پھر انہوں نے کارڈ مجھے دکھایا اور پوچھا، اس شخص کو جانتا ہوں — میں نے کارڈ لیا اور پھر چونک اٹھا، کیونکہ کارڈ میرے بڑے بھائی کا تھا۔"

"کیا؟" میں چلا اٹھا۔

"جی ہاں، اور پھر مجھے مردہ خانے لے جایا گیا — وہاں میرے بھائی کی لاش موجود تھی — انسپکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ اس عمارت سے جو لاش اٹھائی گئی، وہ یہی تھی اور اس وقت لاش کے چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا، پھر انہوں نے میری انگلیوں کے نشان حاصل کیے اور خنجر پر پائے جانے والے نشانات سے ملا کر دیکھا، لہٰذا اب میں حوالات میں ہوں اور انسپکٹر صاحب کا کہنا یہ ہے کہ میں نے اپنے بڑے بھائی کو خنجر سے ہلاک کیا ہے۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔"

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"لیکن آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، جب
کہ آپ جائے واردات سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے، ہماری ایک نے
سنی تھی — اور آپ کی انگلیوں کے نشانات بھی خنجر پر موجود ہی
ان حالات نے تو جناب آپ کو مکمل قاتل بنا دیا ہے۔"

"خدا کے لیے آپ تو مجھے قاتل نہ کہیں — میں اپنے بھائی
قاتل نہیں ہوں۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"اچھا خیر، تفصیل سنائیے — اس کے بعد ہی کچھ اندازہ ہو
گا۔" میں نے کہا۔

اور وہ تفصیل سنانے کے لیے تیار ہو گیا — اس کے ہونٹ ہ

حیرت کا سامنا

"میں اور میرا بھائی جوزی ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ ہم دونوں
پرائیویٹ اداروں میں ملازم ہیں — جوزی بھائی انگریزی ادویات بنانے
والی ایک فرم میں ملازم تھے، اور بہت اچھی تنخواہ پا رہے تھے۔ وہ
وہاں اکاؤنٹنٹ تھے — کل صبح وہ معمول کے مطابق اپنی ڈیوٹی پر
گئے۔ عام طور پر ان کی واپسی شام کو چھ بجے ہوتی تھی — کل وہ چھ
بجے تک بھی واپس نہ آئے تو میں نے ان کے دفتر فون کیا۔ وہاں
سے پتا چلا کہ خود کو کمپنی کے ڈاکٹر کو دکھانے گئے ہیں — ان کی طبیعت
بہت دنوں سے خراب تھی — چند روز سے کھانسی کی کچھ زیادہ ہی شکایت
ہو گئی تھی اور یہ بھی ان کی غلطی کا نتیجہ تھا — دراصل وہ کچھ عرصہ
پہلے تک شراب پیتے رہے تھے، مجھ سے چھپا کر — ان کے ہاں کوئی
بچہ نہیں تھا۔ بس اسی غم میں وہ شراب پینے لگے — کسی غلط دوست
نے انہیں یہ غلط بات بتا دی کہ شراب غم کو دور کرنے میں معاون
ہے اور وہ شراب پینے لگے — جب مجھے پتا چلا تو میں نے انہیں سمجھایا،

میرے سمجھانے پر انہوں نے شراب سے توبہ کرلی اور اللہ کی طرف مڑ
ہوگئے۔ نماز بھی باقاعدگی سے پڑھنے لگے، لیکن بے تحاشا شراب
نے ان کے پھیپھڑے کمزور کر دیے تھے اور اب کھانسی نے زور
لیا تھا۔ لہذا میں سمجھ گیا کہ وہ خود کو ڈاکٹر کو کیوں دکھانے گ
ہیں۔ رات کے آٹھ بجے تک بھی وہ واپس نہ آیا تو مجھے فک
ہوئی۔ میں نے ادھر ادھر ان کے دوستوں اور اپنے رشتے دارو
کو فون کیا، لیکن کسی جگہ بھی ان کی موجودگی کے آثار نہ ملے ا
اس طرح رات کے دس بج گئے۔ میں اور میرے بیوی بچے او
بھابی پریشان تھے۔ آخر فیصلہ کیا گیا کہ اگر وہ صبح تک واپس
نہ آئے تو پولیس میں رپورٹ درج کرادی جائے گی۔ رات کے
ٹھیک بارہ بجے فون کی گھنٹی بجی۔ ہم سب جاگ ہی رہے تھے
نیند ایسے میں کیا آتی۔ میں نے فون کا ریسیور اٹھایا تو ایک آواز
سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا، تمہارا بھائی، ہیری روڈ کی پانچویں
گلی کے مکان نمبر ۱۰۸ میں موجود ہوں اور ایک پریشانی میں مبتلا
ہوگیا ہوں، فوراً مدد کو پہنچو۔ اس وقت میں آواز پر توجہ نہیں دے
سکا۔ ریسیور رکھتے ہی بھاگا اور موٹر سائیکل پر وہاں پہنچا۔ سائیکل
میں نے گلی کے دوسرے سرے پر تاریکی میں کھڑی کی اور مکان نمبر
۱۰۸ کے سامنے پہنچا۔ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ پھر میری نظر
کھڑکیوں پر پڑی۔ دونوں کھڑکیوں پر چٹخنیاں لگی تھیں۔ میں نے ایک

کھڑکی کی چٹخنی گرائی، تو وہ کھل گئی۔ میں بے دھڑک اندر گھس گیا۔
اندر مجھے وہ لاش نظر آئی، مگر میرا بھائی وہاں کہیں بھی نظر نہ آیا۔
بوکھلاہٹ میں میں نے خنجر بھی اس کے جسم سے نکال لیا اور اس
طرح اس پر میری انگلیوں کے نشانات آگئے۔ میں گھبرا کر بھاگ جانا
چاہتا تھا، لیکن جب کھڑکی تک پہنچا تو اسے کسی نے باہر سے بند
کر دیا تھا۔ اب تو میں بری طرح چکرا گیا۔ اور تو کچھ نہ سوجھا۔ ایسے
میں آپ لوگوں کا خیال آگیا۔ مکان میں فون موجود تھا اور ڈائریکٹری
بھی، لہذا آپ کا نمبر تلاش کیا اور فون کر دیا۔ اس کے بعد کے
واقعات تو آپ کو معلوم ہی ہیں۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش
ہوگیا۔

"اور اب پولیس کا خیال یہ ہے کہ آپ نے ہی اپنے بھائی
کو ہلاک کیا ہے۔" میں نے فکر مند ہو کر کہا۔

"ہاں، لیکن آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں قاتل نہیں
ہوں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"بھلا ہم یہ بات کس طرح جانتے ہیں۔" اشفاق نے حیران
ہو کر کہا۔

"اس طرح کہ جب آپ اس مکان تک پہنچے تو کھڑکیاں آپ
کو باہر سے بند ملی تھیں۔" اس نے کہا۔

"یہ تو خیر ٹھیک ہے، لیکن کھڑکی کوئی آپ کا ساتھی بھی تو باہر

سے بند کر سکتا تھا۔ صاف ظاہر ہے۔ پولیس کا خیال یہ ہوگا
آپ نے اپنے بھائی کے حصے پر قبضہ کرنے کے لیے یہ جرم کیا ہے
تو یہ بھی عین ممکن ہے کہ اس کام میں آپ کا کوئی مددگار بھی
ہو۔" میں نے کہا۔

"آپ بھی یہ کہہ رہے ہیں؟" اس نے دکھ بھری آواز میں
کہا۔

"جلالی نور کے پاس آپ کے خلاف ٹھوس ثبوت موجود ہے
آلۂ قتل اور وجہ قتل دونوں ثبوت اتنے زبردست ہیں کہ شہر کا
بڑے سے بڑا وکیل بھی آپ کو نہیں بچا سکتا۔ ان حالات میں بھلا
ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہاں، آپ رات کے وقت بھاگے نہ ہوتے،
تو ہم ضرور یہ سوچتے کہ آپ کو کسی نے پھنسانے کی کوشش کی
ہے۔"

"اور حقیقت بھی یہی ہے۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم آپ کا کیس اپنے ہاتھ میں
لے بھی لیں تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟" آفتاب بول اٹھا۔

"میں آپ کو معقول فیس ادا کروں گا۔ ہم دونوں بھائی غریب
آدمی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس خاندانی دولت بنک میں جمع ہے۔
گزارا ہم ملازمت کر کے ہی کرتے ہیں۔"

"خیر، کیا آپ کی بیوی ہماری فیس ادا کریں گی؟"

"ہاں، بالکل کرے گی۔ وہ مجھ سے ملنے کے لیے آنے ہی
والی ہے۔"

"خیر، ہم اس سے بھی مل لیں گے۔ سب سے پہلے تو ہم
اس مکان کا ایک بار پھر معائنہ کرنا چاہتے ہیں، لہذا اجازت دیں اور
ہاں، اپنی بیوی سے کہہ دیں کہ آپ کے لیے وکیل اکبر راٹھور کے
علاوہ کسی کو نہ کرے۔ ان سے ہمارے بہت اچھے تعلقات ہیں۔"

"بہت اچھا۔ ایسا ہی ہوگا۔"

ہم نے ایک ٹیکسی پکڑ لی اور مکان نمبر ۱۰۸ کی طرف روانہ ہوئے
مکان کے سامنے کوئی کانسٹیبل نہیں تھا۔ شاید پولیس اپنا کام مکمل کر
چکی تھی؛ چنانچہ ہم کھڑکی کے ذریعے اندر داخل ہو گئے۔ گزرنے
والوں نے ہمیں گھور گھور کر دیکھا، لیکن ہم نے کوئی پروا نہ کی۔
کمرے کے فرش پر خون اب بھی اسی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اب لاش کی
جگہ صرف فرش نظر آ رہا تھا۔ خون جم چکا تھا اور اس کی رنگت
سیاہی مائل سرخ تھی۔

"ایک پتلے دبلے آدمی میں اتنا خون۔ عجیب بات ہے۔" میں
بڑبڑایا۔ یہ بات ہم پہلے بھی نوٹ کر چکے تھے۔

"ہم نے ابھی تک اس عمارت کا یہی کمرہ دیکھا ہے، جب کہ
ہمیں پوری عمارت کا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ
آخر مقتول یہاں کیا کرنے آیا تھا۔" آفتاب نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں آؤ، پورا مکان ہی دیکھ لیں" میں نے کہا۔

ہم ایک ایک کمرہ دیکھتے چلے گئے، لیکن ہر کمرے میں مٹی
گرد و غبار ہی نظر آیا۔ آخر مکان کی چھت پر پہنچے۔ چھت پر
پہنچتے ہی ہم دھک سے رہ گئے۔ وہاں جا بجا خون کے دھبے لگے
تھے اور قدموں کے نشانات بھی تھے۔

"اف خدا، یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے پہلے چھت پر
دھینگا مشتی ہوئی، پھر مقتول زخمی ہو گیا اور شاید بے ہوش بھی۔ اس
کے بعد اسے اٹھا کر نیچے لایا گیا اور خنجر بھونک دیا گیا" میں نے
کانپ کر کہا۔

"معلوم تو یہی ہوتا ہے" اشفاق نے سر ہلایا۔

ہم نے چھت کے ایک ایک انچ کا جائزہ لیا، لیکن خون کے
دھبوں اور قدموں کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہ آئی۔ آخر ہم پھر کمرۂ
واردات میں آ گئے۔

"یار اخلاق، تمہاری جیب میں ایک ننھی سی شیشی ہوا کرتی ہے"
میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"وہ تو چنبیلی کے عطر کی ہے۔ میرے ایک دوست نے تحفے
کے طور پر دی تھی۔ جیب میں اس لیے رکھتا ہوں کہ کسی بدبودار
جگہ سے گزر ہو تو اسے نکال کر ناک کے قریب کر لوں۔ بہت ہی پیاری
خوشبو ہے" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"ذرا دکھانا تو، اس وقت مجھے اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے"
میں نے کہا۔

"کیوں نہیں بھائی جان، یہ لیجیے" اس نے فوراً کہا اور جیب
سے شیشی نکال کر مجھے دے دی۔ میں نے اس کا ڈھکنا کھولا اور اسے
الٹا کر ایک زور دار جھٹکا مارا۔ عطر اس میں سے نکل کر فرش پر گر
گیا۔

"اوہ، یہ آپ نے کیا کیا" اخلاق چیخا۔

"بھئی، یہاں کی فضا بہت گندی ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن ہمیں یہاں رہنا تو نہیں ہے، اور پھر میرے خیال میں
یہاں بدبو وغیرہ تو بالکل محسوس نہیں ہو رہی" اخلاق نے جلدی
جلدی نتھنے پھیلائے۔

میں نے کوئی جواب دیے بغیر شیشی کو دو تین جھٹکے دیے اور
پھر فرش پر خون کے پاس اکڑوں بیٹھ گیا اور جما ہوا ڈھکنے کی مدد
سے اس شیشی میں بھر لیا۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" آفتاب نے ٹکڑے سے
[illegible]ے۔

"آؤ چلیں، جو کرنا تھا کر چکا"

انہیں الجھن میں مبتلا چھوڑ کر میں بیرونی دروازے کی طرف
چلا۔ آخر وہ بھی میرے پیچھے آنے لگے۔ باہر نکل کر میں نے ادھر

ادھر دیکھا — مکان نمبر ۱۰۸ کے ساتھ ایک بڑی سی کوٹھی تھی — اس
کے دروازے پر کوڑے کا ایک چھوٹا سا ڈرم رکھا تھا۔ اس میں
کے بہت سے پر نظر آئے —

"یہ کوٹھیوں والے شاید روز ہی مرغ کھاتے رہتے ہیں" آ
نے برا سا منہ بنایا۔

"کھانے دو، ہمارا کیا نقصان ہے" میں نے کندھے اچکا

"کیا خیال ہے، ان کوٹھی والوں سے نہ ملا جائے — رات
کے ساتھ والے مکان میں ایک قتل ہوا، قتل سے پہلے ہنگامہ بھی
انہوں نے آوازیں تو ضرور سنی ہوں گی — یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پولیس
کو فون انہوں نے ہی کیا ہو اور خود کو ظاہر نہ کیا ہو" آفتاب
تجویز پیش کی۔

"خیال تو اچھا ہے — آؤ"

میں نے کہا اور آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ دور کہیں
گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر ایک نوجوان ملازم نے در
کھولا۔

"جی فرمائیے — آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

"کوٹھی کے مالک سے" میں نے فوراً کہا۔ آفتاب
دروازے پر لگی نام کی تختی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں اور تختی
نام پڑھتے ہی بولا:

"یعنی مسٹر میفلر سے"

"وہ اس وقت بہت مصروف ہیں — آج ان کے کچھ دوست
آنے والے ہیں۔ ان کی دعوت ہے یہاں" ملازم نے کہا۔

"ہم ان کا زیادہ وقت نہیں لیں گے۔ ہمیں بھی ان سے بہت
ضروری مسئلے پر بات کرنی ہے"

"اچھا، اپنا کارڈ دے دیں، میں ان تک پہنچا دیتا ہوں"

"کارڈ، بھئی کارڈ وارڈ تو ہم نے چھپوا نہیں رکھے۔ بس آپ یہ
کہہ دیں کہ شوکی اینڈ کو کے نمائندے آئے ہیں"

"اچھی بات ہے" اس نے ہمیں عجیب سی نظروں سے گھورتے
ہوئے کہا اور پھر اندر چلا گیا — جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔

"چلیے جناب، صاحب آپ سے ملنا پسند کریں گے" ملازم نے
کہا — اور ہم اس کے پیچھے چلتے ایک کمرے میں داخل ہوئے — اندر
ایک سرخ و سفید رنگ کا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ ایسا
معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی غیر ملکی ہو، لیکن چونکہ اس قسم کے نقوش
والے ہمارے ملک میں بھی پیدا ہوتے ہیں، لہذا ہم کوئی اندازہ نہیں
لگا سکے۔

"السلام علیکم مسٹر مم، مم..." آفتاب کے ذہن سے اس کا نام
نکل گیا۔

"میرا نام مم مم نہیں ہے" اس نے آفتاب کو گھورا۔ بولا اردو

میں تھا۔

"یہ بعض اوقات ہکلانے لگتا ہے مسٹر مفلر" اخلاق نے جلدی سے کہا۔

"مفلر نہیں، میفلر" اس نے اخلاق کو بھی گھورا۔

"اوہ، سوری" اخلاق گھبرا گیا۔

"تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو" اس نے منہ بنایا۔

"رات آپ کے ساتھ والے مکان میں ایک آدمی کو قتل کر دیا گیا، یہ بات تو آپ کو معلوم ہوگی" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بھلا معلوم کیوں نہ ہوگا۔ پولیس ہم سے اس سلسلے میں سوالات بھی کر چکی ہے" اس نے کہا، پھر چونک کر بولا:

"لیکن آپ کون ہیں۔ آپ کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟"

"ہمارا بھی اس معاملے سے کسی قدر تعلق ہے۔ ہم تو صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ رات آپ میں سے کسی نے ساتھ والے مکان میں گڑبڑ کی آوازیں تو نہیں سنی تھیں۔"

"بالکل نہیں، میں اور میرے گھر والے گہری نیند سونے کے عادی ہیں" میفلر نے کہا۔

"تو آپ نے کسی چیخ وپکار کی آواز بھی نہیں سنی" میں نے بے یقینی کے عالم میں پوچھا۔

"نہیں، بالکل نہیں" اس نے پرزور انداز میں کہا: "بس یا

کچھ اور پوچھنا ہے۔ میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ میرے کچھ دوست آنے والے ہیں۔ اور میں ان کے لیے کھانا تیار کرا رہا ہوں، لیکن میں حیران ہوں کہ تم لوگ اس کیس کے سلسلے میں پوچھ گچھ کیوں کرتے پھر رہے ہو، کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے؟"

"جی نہیں، پولیس سے تو نہیں۔ مقتول کے چھوٹے بھائی سے ضرور ہمارا کچھ تعلق ہے۔ پولیس نے اسے اپنے بڑے بھائی کے قتل کے شبے میں گرفتار کر لیا ہے۔ جب کہ ہمارا خیال ہے کہ وہ بے چارا قاتل نہیں ہے۔"

"ہوں، تو یہ بات ہے: بہرحال میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"شکریہ جناب، ہم نے آپ کو بلا وجہ تکلیف دی" یہ کہہ کر ہم واپس مڑے اور باہر نکل کر بیرونی دروازے کی طرف چل پڑے۔

ایک چھوٹی سی بچی پھولوں کے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ میں کچھ سوچ کر اس کے قریب رک گیا۔

"کیا تم مالی کی بیٹی ہو؟"

وہ تیزی سے ہماری طرف مڑی۔ حیرت بھرے انداز میں ہمیں دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا:

"ہاں، میں ایک مالی کی بیٹی ہوں۔"

"اور وہ اسی کوٹھی میں کام کرتے ہیں۔"

"نہیں، اب وہ جنت میں پودے لگاتے ہوں گے۔" لڑکی نے کہا۔

"کیا مطلب؟" ہم چونک اٹھے۔

"میرے بابا چھ ماہ پہلے مر گئے تھے، پھر انہیں دفن کر دیا گیا۔ بابا زندگی میں کہا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد آدمی یا تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں — دوزخ میں آگ میں جلنا ہوگا لیکن جنت ایک بہت ہی خوب صورت باغ ہوگا۔ اس میں قسم قسم کے پودے اور پھول ہوں گے۔" یہ کہتے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"کیا وہ اسی کوٹھی میں بطور مالی ملازم تھے؟" اشفاق نے درد بھری آواز میں پوچھا۔

"ہاں!" وہ بولی۔

"تو کیا ان کوٹھی والوں نے اب تمہیں بطور مالی رکھ لیا ہے؟" اخلاق نے حیران ہو کر کہا۔

"بابا کو انہوں نے ایک کوارٹر دے رکھا تھا۔ میں اور وہ اس کوارٹر میں رہتے تھے — ان کے مرنے کے بعد میں کہاں جاتی۔ لہٰذا انہوں نے مجھے پودوں کو پانی دینے کا کام سونپ دیا۔ بس دو وقت کی روٹی دے دیتے ہیں۔"

"اوہ، تمہاری کہانی سن کر بہت دکھ ہوا — کیا تمہارے بابا

بیمار تھے؟"

"نہیں معمولی سی دمے کی شکایت تھی۔ ویسے بالکل بھلے چنگے تھے۔ بس ایک دن میں جاگی تو وہ پڑے سوتے رہ گئے؛ حالانکہ ہر روز وہ فجر کے وقت اٹھتے تھے — مجھے بھی اٹھاتے تھے، تاکہ میں بھی نماز پڑھ سکوں — ان کا مردہ اور نیلا چہرہ مجھے آج تک یاد ہے۔"

دلوں پر بھاری بوجھ لیے ہم وہاں سے چلے آئے۔ آج باری خان کی وجہ سے ہم سکول بھی نہیں جا سکے تھے۔ گھر پہنچ کر دفتر کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی — میں نے جلدی سے ریسیور اٹھایا — تو دوسری طرف سے اکبر راٹھور کی آواز سنائی دی:

"بھئی، اس بار بہت مشکل کام میں ہاتھ ڈالا ہے تم لوگوں نے۔ اور ساتھ میں مجھے بھی الجھا لیا ہے۔" وہ شوخ آواز میں کہہ رہے تھے۔

"جی کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا — اشفاق، اخلاق اور آفتاب بھی اپنے کان ریسیور کے قریب لے آئے۔

"شاید میں مسٹر باری کی ضمانت نہ کرا سکوں — پولیس نے اس کے خلاف بہت مضبوط کیس تیار کر لیا ہے — سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اس خنجر پر اس کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ وہ مقتول کا چھوٹا بھائی ہے اور عام طور پر چھوٹے بھائی اپنے بڑے بھائیوں کو پسند نہیں کرتے۔ تیسری مصیبت یہ ہے کہ جزی

نے اپنی وصیت بھی لکھوا رکھی تھی ۔ اس کا وصیت نامہ اس کے
کے پاس موجود ہے اور اس کی رُو سے اس کے سارے جا
مالک باری خان ہی بنتا ہے ' لہٰذا پولیس کا یہ خیال ہے کہ چھ
بھائی نے بڑے بھائی کی دولت حاصل کرنے کے لیے یہ کام کیا
" اور یہ کام کرتے وقت اپنی انگلیوں کے نشانات بھی
پر چھوڑ دیے" میں نے طنز بھری آواز میں کہا ۔

"شاید وہ نشانات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا"
اکبر راٹھور بولے ۔

" وہ ایک پڑھا لکھا آدمی ہے ۔ عدالت اس بات کو تسلیم
نہیں کرے گی کہ اسے انگلیوں کے نشانات کے بارے میں معلوم نہیں
تھا ۔"

" اس کیس میں سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ مقتول اس مکان
میں کیا کرنے گیا تھا" میں نے کچھ سوچ کر کہا ۔

" لیکن اس سوال کا جواب ہم اس سے معلوم نہیں کر سکتے ۔
کیونکہ وہ مر چکا ہے" اکبر راٹھور نے سرد آہ بھری ۔

" جوزی کہاں کام کرتا تھا ۔ ہم یہ بات معلوم کرنا بھول گئے ۔
آپ نے تو ضرور پوچھا ہوگا"

" ہاں ' وہ ادویات تیار کرنے والی ایک کمپنی میں ملازم تھا ۔
اس کا نام سیون سینز ڈرگ کمپنی ہے"

"شکریہ ' ہم اس کیس میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے ۔ آپ
بے فکر رہیں" میں نے کہا ۔

" لیکن میرا خیال ہے ' تم اس بار ناکام ہو جاؤ گے ۔ کیوں کہ
قاتل باری خان ہی ہے ۔ خود میں بھی یہی سمجھتا ہوں"

" دیکھیے جناب ' یہ تو ایک بہت خطرناک بات ہے کہ آپ بھی
اسے قاتل خیال کرتے ہیں ۔ اس صورت میں آپ اس کی وکالت
کس طرح کر سکیں گے "

" میری پوری کوشش یہ ہوگی کہ ملزم کو شک کا فائدہ حاصل
ہو جائے "

" خیر ' ہم دیکھتے ہیں کہ کیا کر سکتے ہیں" ان الفاظ کے ساتھ ہی
میں نے اکبر راٹھور کو خدا حافظ کہا اور ریسیور رکھ دیا ' پھر آفتاب سے
بولا :

" آفتاب ' تم ایک کام کرو ۔ فوراً واردات والے مکان تک
پہنچو اور مالک مکان کا نام اور پتا نوٹ کر لاؤ ۔ ہمارا اس سے ملنا
بھی ضروری ہے "

" لیکن ابھی ابھی تو ہم وہاں تھے ۔ اس وقت آپ کو نام اور
پتا نوٹ کرنے کا خیال کیوں نہ آیا" آفتاب نے بُرا سا منہ بنایا ۔

" آؤ ہم سیون سینز ڈرگ کمپنی ہو آئیں" میں نے اٹھتے ہوئے
کہا ۔

"آفتاب کے بغیر جاتے کیا اچھے لگیں گے" اشفاق بولا۔

"کیا مطلب؟" میں چونک اٹھا۔

"مطلب یہ کہ وہ ساتھ ہوتا ہے، تو ذرا لطف رہتا ہے" اخلاق نے کہا۔ اسی وقت امی جان کی آواز سنائی دی:

"ہائیں، تم لوگ آج سکول نہیں گئے"

"جی نہیں امی جان، ایک ضروری معاملہ پیش آ گیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے"

"معلوم ہوتا ہے، کسی کیس میں الجھ گئے ہو۔ فیس ویس بھی وصول کر لی ہے یا نہیں" انہوں نے ہمیں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ، فیس وصول کرنا تو ہم بھول ہی گئے" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"شوکی، تم اور تمہارے بھائی کبھی بھی اچھے کاروباری آدمی نہیں بن سکو گے۔ بس اپنے ابا جان کی طرح ہی رہو گے"

"یہ میرا کیا ذکر ہو رہا ہے بھئی" امی جان کے پیچھے سے ابا جان کی چہکتی آواز سنائی دی۔

"تو یہ کہیے، چھپ چھپ کر میری باتیں سنی جا رہی ہیں" امی جان تنک کر بولیں۔

"مجھے چھپ کر باتیں سننے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔ دن رات تمہاری باتیں چھپے بغیر ہی تھوک کے حساب سے سننا پڑتی ہیں" ابا جان

بے چارگی کے عالم میں بولے اور ہم مسکرا کر رہ گئے۔

"صاحب زادے اب کیس کی فیس تک لینا بھول جاتے ہیں؛ حالانکہ کیس لینے سے پہلے انہیں فیس وصول کرنی چاہیے"

"آپ فکر نہ کریں امی جان، ہم اسی وقت فیس وصول کرنے جا رہے ہیں" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"میں غلط تو نہیں کہہ رہی۔ تم کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکمے ہی ہو" انہوں نے کہا اور واپس مڑ گئیں۔ ابا جان اپنی جگہ پر جمے کھڑے رہے۔

"کیا آپ نہیں چلیں گے اندر، یہیں کھڑے رہیں گے" وہ ان کی طرف مڑیں۔

"تم چلو بیگم، میں ابھی آتا ہوں" انہوں نے مسکرا کر کہا اور جب امی جان کے قدموں کی آواز ختم ہوگئی تو وہ دبی آواز میں بولے:

"کیا وہ غریب آدمی ہے، جس کا کیس اس مرتبہ تم نے لیا ہے"

"جی، جی نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ابا جان"

"چلو خیر، پھر تو ٹھیک ہے۔ کہنا میں یہ چاہتا تھا کہ غریبوں کا کام فیس کے بغیر ہی کر دیا کرو۔ کچھ آخرت کے لیے بھی ذخیرہ کر لو۔ دولت کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تو یہیں پڑا رہ جائے گا"

"تو یہ باتیں بتانے کے لیے آپ یہاں رک گئے تھے؟" امی جان
کی جھنجلائی ہوئی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی۔

"ارے ارے نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ دیکھو بیٹو، اپنی
فیس کے معاملے میں پوری طرح سخت رہا کرو۔ سن لیا؟" انہوں
نے جلدی جلدی کہا۔

"جی ہاں ابا جان، اچھی طرح سن لیا اور سمجھ بھی لیا۔" ہم
ایک ساتھ بولے۔

"ہاں ہاں، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" امی جان نے پیر پٹختے
ہوئے کہا، اور دونوں آگے پیچھے چلتے اندرونی حصے کی طرف چلے گئے۔
ہم مسکراتے ہی رہ گئے۔

اور پھر ہم آفتاب کے واپس آنے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بس آفتاب، اندر آنے کی کوشش نہ کرو۔ ہم ایک جگہ
چل رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اور اس ایک جگہ کا نام کیا ہے؟"

"پہلے تم سناؤ، مالک مکان کا نام اور پتا نوٹ کر لائے؟"

"یہ کون سا مشکل کام تھا۔ جاتے ہی میں نے نام اور پتا
نوٹ کر لیا، لیکن ایسا کرتے وقت مجھے کچھ لوگوں نے گھور گھور کر
دیکھا اور یہ لوگ شاید مسٹر میفلر کے دوست تھے، جو دعوت اڑانے
گئے تھے۔"

"خیر، کوئی بات نہیں۔ پتا نوٹ کر کے تم نے کوئی جرم نہیں
کیا۔ مکان خریدنے کے لیے کوئی شخص بھی وہاں کھڑے ہو کر پتا
نوٹ کر سکتا ہے۔" میں نے کہا اور پھر ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔

"کہاں کا ارادہ ہے؟"

"پہلے جوزی کی بیوہ سے ملاقات کریں گے، تاکہ فیس کا
معاملہ طے ہو سکے۔ پھر سیون سیز ڈرگ کمپنی جائیں گے۔"

"یہ کیا بلا ہے؟"

"ادویات تیار کرنے والی ایک فیکٹری۔ جوزی اس کمپنی میں
ملازم تھا۔"

"بھلا ہم وہاں جا کر کیا کریں گے۔" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"پتا نہیں، ہم وہاں جا کر کیا کریں گے، اس کے بعد ہم مالک
مکان سے بھی ملیں گے۔"

"اور جب ہمیں پتا ہی نہیں کہ فیکٹری جا کر کیا کریں گے تو جا
کیوں رہے ہیں۔" آفتاب نے آنکھیں نکالیں۔

"بھئی، اب کچھ نہ کچھ تو کریں گے ہی۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر
بیٹھنے سے تو کیس حل ہوگا نہیں۔" اشفاق بولا۔

"میرا خیال ہے، ہم اس کیس میں ناکام ہو جائیں گے۔"

"پھر بھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس سلسلے میں بھاگ
دوڑ نہ کریں۔"

ٹیکسی جوزی کے مکان کے سامنے رک گئی — دونوں بھائی ایک
ہی مکان میں رہتے تھے۔ دروازے پر دستک دی تو ایک لڑکے نے
دروازہ کھولا۔ اس کی آنکھیں روتے روتے سرخ ہو گئی تھیں۔
"کیا تم باری صاحب کے بیٹے ہو؟"
"جی ہاں" اس نے کہا۔
"اچھا تو اپنی امی سے کہو، شوکی اینڈ کو کے کارندے آئے ہیں"
"جی بہت بہتر" لڑکے نے کہا اور واپس مڑ گیا۔
جلد ہی ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا، پھر دو عورتیں روتی
ہوئی اندر داخل ہوئیں۔
"میں بیگم باری ہوں، فرمائیے" اس نے کہا، آنکھیں سرخ تھیں۔
"آپ کے شوہر نے ہمیں حوالات میں بلایا تھا" میں نے کہنا
شروع کیا ہی تھا کہ وہ خود ہی بول پڑی۔
"ہم جانتے ہیں، ابھی ابھی حوالات سے ہو کر آ رہے ہیں۔
آپ کی فیس کا معاملہ ہے — بتائیے، آپ کی فیس کتنی ہے؟"
"اس بات کو چھوڑیے اور یہ بتائیے، آپ کتنی فیس آسانی
سے دے سکتی ہیں"
"جی کیا مطلب؟"
"اگر میں یہ کہوں کہ اس کیس میں ہم دس ہزار روپے فیس
لیں گے، تو کیا آپ دس ہزار روپے دے سکیں گی، جب کہ ہم

آپ کو یہ یقین بھی نہیں دلا سکتے کہ آپ کے شوہر کو بے گناہ ثابت
کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے"
"ہاں، میں اس صورت میں بھی آپ کو دس ہزار روپے ادا
کرنے کو تیار ہوں — کیونکہ میرے شوہر کی ہدایت یہی ہے۔ انہیں
آپ پر پوری طرح اعتماد ہے — اس کے بعد مجھے اکبر راٹھور صاحب
کی فیس ادا کرنی ہے"
"اچھا تو پھر آپ یوں کریں، ہم سے ایک سودا کر لیں" میں
نے عجیب سے انداز میں کہا۔
"سودا، کیا مطلب؟ کیسا سودا؟" وہ چونک اٹھیں۔
"اگر ہم آپ کے شوہر کو بے گناہ ثابت کرنے میں کامیاب
ہو گئے تو ہم آپ سے پانچ ہزار روپے لینے کے حقدار ہوں گے اور
اگر کامیاب نہ ہو سکے، تو کوئی پیسہ نہیں لیں گے"
"یہ — یہ کیسی شرط ہے۔ میں تو آپ لوگوں کو اسی وقت دس
ہزار روپے دینے کے لیے تیار ہوں۔ یہی ہدایت میرے شوہر کی بھی
ہے"
"ٹھیک ہے، لیکن ہم اپنے اصول کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ دس
ہزار روپے نہیں لے سکتے۔ پانچ ہزار بھی کامیابی کی صورت میں
لیں گے"
"جیسے آپ کی مرضی" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اب ہم آپ دونوں سے صرف چند سوال کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ جواب دینا پسند کریں گی۔"

"ضرور، کیوں نہیں۔" دونوں ایک ساتھ بولیں۔

"بیگم باری صاحبہ، کیا آپ کے شوہر اپنے بڑے بھائی کے قاتل ہو سکتے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔" اس نے کہا۔

"اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں۔ کیا آپ کے دیور آپ کے خاوند کے قاتل نہیں ہو سکتے؟"

"نہیں، یہ ناممکن ہے۔ دونوں بھائی ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔" بیوہ جوزی نے روتے ہوئے کہا۔

"تب پھر ان کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔ کیا کسی کو ان سے دشمنی تھی؟"

"بالکل نہیں۔"

"سنا ہے، وہ کچھ بیمار تھے ان دنوں؟"

"ہاں، کل دفتر جاتے وقت انہوں نے بتایا تھا کہ فارغ ہو کر وہ ڈاکٹر کے پاس بھی جائیں گے۔"

"وہ کس ڈاکٹر سے اپنا علاج کرا رہے تھے؟"

"ڈاکٹر خالد عوزی سے۔ ان کا کلینک رضی روڈ پر ہے۔"

"بہت بہت شکریہ، اب ہم چلیں گے۔ آپ لوگ خدا پر بھروسا

رکھیں، خدا کا ذکر کرتے رہیں۔ اس کی عبادت پوری دلجوئی سے کریں گے۔ انشاءاللہ وہ آپ کو اس پریشانی سے اس طرح نکال لے گا، جیسے مکھن میں سے بال نکل آتا ہے۔"

میرے ان الفاظ پر آفتاب کا منہ بن گیا۔ کیونکہ اسے ہم گھر میں مکھن کہہ کر بلاتے ہیں۔ باہر نکلتے ہی اس نے اعتراض کیا۔

"یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ مکھن میں سے بال نکل آئے گا۔"

"میری مراد تم سے نہیں، کھانے والے مکھن سے تھی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

اب ہماری منزل سیون سیز ڈرگ کمپنی تھی۔ یہ ایک بہت مشہور کمپنی تھی۔ ڈرائیور کو پتا بتانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی، اور اس نے پندرہ منٹ کے بعد ہمیں اس کے سامنے پہنچا دیا۔ گیٹ کا رخ کرتے ہوئے ہم پریشان تھے کہ یہاں کیا کرنے آئے ہیں اور کس سے بات کرنے آئے ہیں۔ آخر گیٹ کیپر سے کہا:

"ہم مسٹر جوزی کیشیئر سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"کیا آپ اخبار نہیں پڑھتے؟" گیٹ کیپر نے جھلا کر کہا۔

"جب فرصت نہیں ملتی تو نہیں بھی پڑھتے۔" آفتاب نے کہا۔

"تو پھر جا کر اخبار پڑھو۔ ان بے چارے کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔"

"اس صورت میں ہم ان کے آفیسر سے مل لیں گے۔ ہمیں ان سے ذاتی کام نہیں ہے۔"

"اندر چلے جائیں۔ دائیں ہاتھ ایک کیبن ہے۔ وہاں ایک کلرک بیٹھا ہے، اس سے فارم لے کر پر کریں، پھر وہ آپ کی ملاقات کا بندوبست کر دے گا۔"

"جی بہتر، شکریہ۔" ہم اندر داخل ہوئے۔

تقریباً پانچ منٹ کی کارروائی کے بعد ہم ایک موٹے سے آدمی کے سامنے بیٹھے تھے اور وہ ہمیں اس طرح گھور گھور کر دیکھ رہا تھا، جیسے ہم اس دنیا کی نہیں، کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں۔

"آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

"مسٹر جوزی کے سلسلے میں۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کیسا آدمی تھا۔"

"کیوں، آپ کیوں یہ بات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا اس معاملے سے کیا تعلق؟"

"ہم اس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں۔ ہمارا تعلق شوکی اینڈ کو سے ہے۔ شاید آپ نے بھی اس کمپنی کا نام سنا ہوگا۔"

"نہیں، میں نے نہیں سنا۔ جوزی بہت ایماندار آدمی تھا۔ اس نے کبھی ایک پیسے کی بے ایمانی نہیں کی۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا آپ اس کمپنی کے اکاؤنٹنٹ ہیں؟"

"ہاں۔"

"جوزی صاحب یہاں کتنے عرصے سے کام کر رہے تھے؟"

"تقریباً پانچ سال سے۔"

"اور پانچ سال کے دوران انہوں نے کوئی شکایت کا موقع نہیں دیا؟"

"نہیں۔" اس نے اکتا کر کہا اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔

جب ہم فیکٹری سے باہر نکل رہے تھے تو ہم نے ایک کار کو فیکٹری کے گیٹ میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے آدمی کو دیکھ کر ہماری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس آدمی نے بھی ہمیں دیکھ لیا اور اس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ کار میں مسٹر میفلر بیٹھے تھے۔

پستول کا قصور

میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جلدی سے آگے بڑھا اور بولا۔

"مسٹر میفلر، آپ یہاں؟"

"ہاں کیوں، میں یہاں نہیں آ سکتا، وہ بھی اس صورت میں جب میں اس فیکٹری کا مالک ہوں۔"

"اوہو اچھا۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں، یہ میری فیکٹری ہے۔"

"پھر تو یہ عجیب بات ہے کہ مسٹر جوزی کو آپ کی کوٹھی کے ساتھ والے مکان میں قتل کیا گیا اور وہ آپ کی فیکٹری میں ملازم تھا"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے کہ وہ میری فیکٹری میں ملازم تھا، لیکن اس میں عجیب بات کیا ہے۔" انہوں نے کہا۔ ڈرائیور نے انہیں باتیں کرتے دیکھ کر بریک پر پاؤں رکھ دیا تھا۔

"جب ہم نے آپ سے ملاقات کی تھی — اس وقت آپ نے یہ بات نہیں بتائی کہ جوزی آپ کی فیکٹری میں ملازم ہے۔"

"یہ بات بتانے کی ضرورت بھی کیا تھی، جب کہ اس قتل کا فیکٹری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیا آپ نے پولیس کو بھی یہ بات نہیں بتائی۔" اخلاق نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ مسٹر میفلر نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر کہا:

"نہیں، میں نے پولیس کو بھی نہیں بتائی یہ بات۔"

"لیکن ہمارا خیال ہے کہ یہ چیز پولیس کے علم میں آجانی چاہیے۔ خیر کوئی بات نہیں، ہم اطلاع کر دیں گے۔"

"میرے ساتھ کار میں بیٹھ جاؤ، ہم اندر بیٹھ کر اطمینان سے بات کریں گے۔" اس نے اچانک کہا اور ہم حیران رہ گئے۔

"کیا بات کریں گے؟" میں نے جلدی سے کہا۔

"بیٹھ جاؤ، دفتر میں ہی بات ہو سکتی ہے۔" اس نے ڈرائیور کو اشارا کیا اور اس نے باہر نکل کر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا۔

اور ہم حیران پریشان سے کار میں بیٹھ گئے — گیٹ پر موجود چوکیدار اور دوسرے لوگوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہماری طرف دیکھا۔ میفلر کا کمرہ کسی بہت بڑے آفیسر کے کمرے سے کم نہیں تھا۔ ہر چیز نہایت قیمتی تھی۔ ان کے پاؤں قالین میں دھنس گئے۔ آخر وہ صوفے پر بیٹھ گئے — میفلر میز کے دوسری طرف اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"پولیس کو یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں — اس طرح اخبارات میں طرح طرح کی باتیں اچھالی جائیں گی اور کمپنی کی ساکھ کو زبردست

نقصان پہنچے گا۔ ہماری مخالف کمپنیاں پہلے ہی موقعے کی تاک میں رہتی ہیں۔ وہ ان خبروں سے اور فائدہ اٹھائیں گے، لہٰذا میں نے اس خیال سے پولیس کو یہ بات نہیں بتائی تھی کہ میری کوٹھی کے ساتھ والے مکان میں قتل ہونے والا شخص دراصل میری فیکٹری میں ہی کام کرتا ہے۔ اس طرح پولیس میرا بیان لیتی ۔۔ وہ بیان اخبار میں چھپتا اور کمپنی کی ہوا خراب ہو جاتی۔"

"گویا آپ نے بس اتنی سی بات کے لیے یہ بات پولیس سے چھپائی۔" اشفاق حیران ہو کر بولا۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے، بہت بڑی بات ہے۔" اس نے کہا۔

"لیکن جناب، یہ قتل کا معاملہ ہے۔"

"ہاں ہے، میں جانتا ہوں، لیکن اس قتل کا فیکٹری سے کوئی تعلق نہیں، پھر فیکٹری کیوں بدنام ہو۔" میفلر نے پرزور انداز میں کہا۔

"ہوں، آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں، لیکن آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ قتل کے معاملے میں کوئی معمولی سے معمولی بات بھی نہیں چھپانی چاہیے۔" آفتاب نے جواب میں کہا

"اس بات کا قتل سے تعلق ہو تب، ورنہ نہیں۔"

"یہ معلوم کرنا پولیس کا کام ہے کہ اس معمولی سی بات کا تعلق کیس سے بنتا ہے یا نہیں۔" میں نے انکار میں سر ہلایا۔

"خیر، میں تمہیں ایک بات اور بتائے دیتا ہوں، جس کی وجہ سے بھی میں نے یہ بات پولیس کو نہیں بتائی۔" میفلر نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

"چلیے وہ بھی بتا دیں۔" میں بولا۔

"میں نے ساتھ والے مکان میں گڑبڑ کی آواز سنی تھی۔ صورتِ حال معلوم کرنے کی کوشش میں باہر نکلا تو اندر کسی وزنی چیز کے دھم سے گرنے کی آواز سنائی دی، جیسے کسی نے کوئی وزنی چیز کافی اونچائی سے نیچے گرائی ہو۔ اس وقت میری نظر کھلی کھڑکی پر پڑی مجھے اور تو کچھ نہ سوجھا، کھڑکی باہر سے بند کر دی اور اپنے گھر میں داخل ہو کر پولیس کو خفیہ فون کر دیا۔۔ میں نے یہ بات بھی پولیس کو نہیں بتائی، صرف اس لیے کہ وہ لوگ مجھے عدالت میں گواہی کے لیے نہ گھسیٹتے پھریں۔ میرا وقت بہت قیمتی ہے، لہٰذا میں پولیس کو کچھ بتاتے ہوئے اس لیے بھی ڈرا کہ پھر وہ اور کرید کریں گے اور یہ بات بھی ان کے علم میں آ جائے گی، لہٰذا میں خاموش رہ گیا اور یہی درخواست کرنے کے لیے میں آپ کو یہاں تک لایا ہوں۔ مہربانی فرما کر کوئی بات پولیس کو نہ بتائیں اور اس معمولی سی خدمت کے لیے میں آپ کو ایک ہزار روپے پیش کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے دراز کھولی۔ اس میں سے سرخ رنگ کے دس نوٹ نکالے اور ایک لفافے میں ڈال کر ہماری طرف بڑھا دیے۔

"کیا ہم اسے رشوت خیال کریں؟" میں نے بھنّا کر کہا۔

"نہیں، یہ آپ کی خدمات کا معاوضہ ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن ہم نے آپ کے لیے کوئی خدمات انجام نہیں دیں اور ہم یہ رقم ہرگز نہیں لے سکتے۔" میں نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" آفتاب پرزور لہجے میں بولا۔

"خیر، آپ نہ لیں، لیکن پولیس کو یہ بات نہ بتائیں۔"

"افسوس، ہم آپ کی ہدایت پر عمل نہیں کر سکتے۔" میں نے منہ بنایا۔

"میں دو ہزار روپے دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"دو لاکھ بھی دیں، تب بھی نہیں۔"

"اچھا چلیے دس ہزار۔" اس نے بولی دینے والے انداز میں کہا۔

"وہ لوگ اور ہوتے ہیں جو ہزار دو ہزار پر بک جاتے ہیں، ہم ان لوگوں میں سے نہیں۔" میں نے بھنّا کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ ہی وہ تینوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ایک منٹ تشریف رکھیے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے میز پر لگا ایک بٹن دبا دیا۔ فوراً ہی ایک باکسر نما آدمی اندر داخل ہوا۔ مینیجر نے بغور ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"یہ شخص بہترین باکسر رہ چکا ہے اور اسے میں نے صرف اس لیے ملازم رکھا ہے کہ جو شخص بھی فیکٹری کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے، اسے سبق سکھا دے۔ تم ابھی بچے ہو، لہذا میں اسے کوئی سخت حکم دینا نہیں چاہتا۔ اب تم لوگ کیا کہتے ہو؟" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

ہمارے سانس سینوں میں اٹکنے لگے۔ باکسر خونخوار نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ آخر میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"کیا یہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے برابر نہیں ہوگا؟"

"تم چاہو تو یہی سوچ سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

"ہمیں سوچنے کا موقع دیں۔" آفتاب بولا۔

"پانچ منٹ دیتا ہوں۔"

"یہ بہت کم وقت ہے۔ ہم کل آپ کو بتا دیں گے اپنا جواب۔" میں نے کہا۔

"اب میں اتنا بھی بے وقوف نہیں۔ تمہیں ابھی اور اسی وقت بتانا ہوگا۔" اس نے پرزور لہجے میں کہا۔

"دیکھیے جناب، ہم سمجھتے ہیں، آپ زیادتی کر رہے ہیں۔"

"حالانکہ ایسی بات نہیں، میں تو تم لوگوں کو دس ہزار روپے دینا چاہتا ہوں۔"

"آپ کو یہ کیسے اطمینان ہے کہ ہم رقم لینے کے بعد بھی پولیس کو نہیں بتائیں گے؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں تم لوگوں کے بارے میں جانتا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"اوہ، تو یہ بات ہے، تو پھر سن لیجیے، ہم ضد کے بہت پکے ہیں — پولیس کو یہ بات ضرور بتائیں گے۔"

"جیمو، ان چاروں کی مرمت کرو، لیکن خیال رہے، یہ لوگ کسی ڈاکٹر سے مارپیٹ کی رپورٹ نہ لینے پائیں۔"

"فکر نہ کریں باس، ایسا نہیں ہوگا۔"

یہ کہہ کر جیمو ہماری طرف بڑھا — اس کے دانت باہر کو نکلے پڑ رہے تھے — چہرے کی مسکراہٹ نے اس کے نقش و نگار اور بھی خوفناک بنا دیے تھے۔ ہم تھر تھر کانپنے لگے۔

"آپ کو ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے جناب، اب بھی اپنے اقدام سے باز آجائیں، ورنہ......"

"ورنہ کیا؟" مسٹر میفلر نے چونک کر کہا۔

"ورنہ یہ کہ کہیں یہ ظلم آپ کو مہنگا نہ پڑ جائے۔"

"دیکھا جائے گا، مہنگا پڑے یا سستا۔" اس نے کندھے اچکائے۔ "فی الحال تو تم مرمت کراؤ۔"

اب وہ وحشیانہ انداز میں آگے بڑھا — ہم گھبرا کر کھڑے ہو گئے، لیکن اس کے ہاتھ کچھ اس طرح پھیلے ہوئے تھے کہ کسی طرف سے بھی نکل بھاگنے کے امکانات نہیں تھے، پھر ایک ایک ہاتھ ہمارے سروں پر ہتھوڑے کی طرح پڑا — ہم تیورا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔

ہوش میں آئے تو شہر سے دور جنگل میں پڑے تھے۔

"کیوں بھئی، کہیں ہم نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا۔" اشفاق بڑبڑایا۔

"اپنے اپنے سروں سے پوچھ لو — اگر یہ پھوڑے کی طرح دکھ رہے ہوں تو یہ خواب نہیں تھا اور اگر سر پھولوں کی طرح ہلکے پھلکے ہوں — تو بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس جنگل میں کس طرح پہنچ گئے۔" آفتاب بولا۔

"گویا مسٹر میفلر نے ہمیں کسی بند گاڑی میں ڈلوا کر یہاں پھنکوایا ہے — لیکن کیوں، آخر اسے یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"صرف اتنی ضرورت کہ ہم پولیس کو کچھ نہ بتائیں۔"

"جب کہ پولیس کو بتائے بغیر ہم رہ نہیں سکتے، آؤ چلیں۔" میں نے مشکل سے اٹھتے ہوئے کہا۔

سر واقعی پھوڑوں کی طرح دکھ رہے تھے — جی چاہتا تھا، بس لیٹے رہیں۔ ذرا بھی حرکت نہ کریں، لیکن حرکت کیے بغیر چارہ بھی نہیں تھا — آخر گرتے پڑتے سڑک کے کنارے پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔ دل ہی دل میں ہم دعائیں کرنے لگے کہ دوسری طرف سے کوئی گاڑی شہر کی طرف جاتی ہوئی آجائے۔ اور خدا نے ہماری دعا سن لی — چند منٹ ہی چلے ہوں گے کہ پیچھے سے ایک ٹرک آتا دکھائی دیا — ہم نے ٹرک کو رکنے کا اشارہ دیا، لیکن ڈرائیور کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور وہ تیزی سے ہمارے پاس سے گزر گیا۔

اس کا بھی قصور نہیں تھا۔ جنگل میں عام طور پر اس طرح گاڑیاں روک کر لوٹ لینے کی وارداتیں ہوتی رہتی تھیں۔

"یہ تو برا ہوا" میں بڑبڑایا۔

"ہم نے یہ دعا مانگی تھی۔ یا اللہ اس طرف سے کوئی گاڑی آجائے۔ یہ دعا نہیں مانگی تھی کہ اس گاڑی میں ہمیں لفٹ بھی مل جائے" اشفاق نے سوچ کر کہا۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ خیر ہم ایک بار پھر دعا مانگ لیتے ہیں"

اور ہم اشفاق کے نظریے کے مطابق دعا کرنے لگے اور پھر ایک وین آتی نظر آئی — یہ کسی پرائیویٹ فرم کی وین تھی۔ ڈرائیور نے ہمارے اشارے پر وین روک لی اور جب ہم نے اسے بتایا کہ ہم کن حالات کا شکار ہیں تو لفٹ دینے پر تیار ہو گیا — اس طرح ہم پولیس سٹیشن تک پہنچے — جلالی نور نے ہمیں دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"کہاں اونٹ کی طرح منہ اٹھائے چلے آ رہے ہو" اس نے نفرت سے ہونٹ سکیڑے۔

"اونٹ بھی عجیب جانور ہے۔ بے شمار محاورے اور ضرب الامثال اس نے گھیر رکھی ہیں" آفتاب خوش ہو کر بولا۔

"میں تم سے گرامر کا سوال نہیں پوچھ رہا" جلالی نور نے جھنجھلا کر کہا۔

"ہم مقتول جوزی کے سلسلے میں آپ کو اطلاع دینے آئے ہیں"

"میں جانتا ہوں۔ تم مسٹر میفلر کے بارے میں بتانے آئے ہو۔ انہوں نے مکان نمبر ۱۰۰ میں دھینگا مشتی کی آواز سن لی تھی اور صورت حال معلوم کرنے اپنی کوٹھی سے باہر نکلے تھے۔ پھر انہوں نے کھڑکی باہر سے بند کر دی تھی اور پولیس کو فون کر دیا تھا اور یہ کہ جوزی مسٹر میفلر کی ادویات تیار کرنے والی فیکٹری میں ملازم تھا، تو پھر۔ ان باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے ادارے کی ساکھ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ بہر حال انہوں نے مجھے یہ سب باتیں بتا دی ہیں، لہٰذا تم لوگ چلتے پھرتے نظر آؤ"

"اوہ، یہ اور اچھی بات ہے کہ انہوں نے خود ہی سب کچھ بتا دیا" میں نے جلدی سے کہا اور واپس جانے کے لیے مڑا۔

"تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں — اگر میرے ہتھے چڑھ گئے تو ہرگز نہیں چھوڑوں گا" اس نے غرا کر کہا۔

"یہ بات تو ہمیں پہلے ہی بہت اچھی طرح معلوم ہے جناب" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کے باوجود تم میرے راستے میں آتے ہو" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"یہ ہمارا قصور نہیں ہے جناب، راستوں کا قصور ہے — نہ

جانے کیا بات ہے۔ ہمارا راستہ اور آپ کا راستہ آپس میں ٹکرا
کیوں جاتا ہے؟"

"جس دن پھنسو گے، اس دن بتاؤں گا۔"

اور ہم دم دبا کر تھانے سے نکل آئے۔ مکان نمبر ۱۰۸ کا
مالک عباس بھوجہ کوثر روڈ پر رہائش اختیار کیے ہوئے تھا۔ اس
کا مکان تلاش کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ دروازے
کی گھنٹی بجانے پر اس نے خود ہی دروازہ کھولا اور ہماری طرف
حیران ہو کر دیکھا۔

"ہیری روڈ پر پانچویں گلی میں مکان نمبر ۱۰۸ آپ ہی کا ہے؟"

"اوہ، جی ہاں، جی ہاں۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"آپ اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں، کیونکہ میں نے اس آبادی میں مکان بنا لیا ہے۔"

"لیکن شاید اب آپ کا مکان فروخت نہ ہو سکے۔" میں نے دکھ
بھری آواز میں کہا۔

"ہاں، میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"تو پولیس آپ سے سوالات کر چکی ہے۔" میں نے کہا اور وہ
چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگا، آخر بولا:

"ہاں، اس واردات کے بارے میں پولیس نے مجھ سے بے شمار
سوالات کیے تھے، لیکن صاف ظاہر ہے، بھلا میرا اس واردات سے کیا

تعلق ہو سکتا ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ جس کا بھی یہ کام ہے، اس نے
اس کام کے لیے میرا مکان منتخب کیا تھا۔ وہ جانتا ہو گا کہ مکان
خالی پڑا رہتا ہے اور اس کی کھڑکی کھلی رہتی ہے۔"

"آخر آپ کھڑکی کھلی کیوں رکھتے ہیں؟"

"تاکہ دیکھنے کے خواہش مند میری مدد کے بغیر ہی وہ اسے دیکھ
لیں اور اگر پسند آ جائے تو آ کر مجھ سے بات کریں۔ کھڑکی بند
ہونے کی صورت میں تو خریدنے کے خواہش مندوں کو پہلے میرے
پاس آنا پڑے گا، پھر مجھے مکان دکھانے کے لیے ان کے پاس
جانا پڑتا ہے، لہذا میں نے یہی آسان ترکیب نکالی کہ کھڑکی کھلی چھوڑ
دی جائے۔" اس نے بتایا۔

"لیکن جناب، ہم نے آج تک کھڑکی کے باہر کی طرف چٹخنی
لگی نہیں دیکھی۔ آخر آپ نے کھڑکیوں پر بیرونی طرف چٹخنیاں کیوں
لگوا رکھی ہیں۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"پہلے تو آپ یہ بتائیں کہ آپ نے مطلب کس بات کا پوچھا
ہے؟"

"میرے مکان میں صدر دروازے کے دائیں اور بائیں دو کھڑکیاں
ہیں، جو صرف اندر سے ہی بند ہو سکتی ہیں۔ باہر سے نہیں۔ یہ آپ
نے کیا بات کہی کہ کھڑکیوں میں میں نے باہر کی طرف چٹخنیاں کیوں

لگوا رکھی ہیں۔"

"ہم نے یہ بات اس لیے کہی کہ ہم یہ بات کہے بغیر رہ ہی نہیں سکتے تھے۔" آفتاب منمنایا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" اس نے آفتاب کو تیز نظروں سے گھورا۔

"جناب، یہ حقیقت ہے کہ باہر کی طرف چٹخنیاں لگی ہیں۔" میں نے تنگ آکر کہا۔

"نہیں۔" اس کے منہ سے حیرت اور خوف کی زیادتی سے نکلا اور ہم حیران رہ گئے۔

"تت — تو — تو ان کھڑکیوں میں چٹخنیاں آپ نے نہیں لگوائیں۔" میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں، بالکل نہیں۔"

"کیا پولیس نے آپ سے یہ بات پوچھی تھی۔ میرا مطلب ہے، کھڑکیوں کی چٹخنیوں والی؟"

"نہیں۔" اس نے کہا۔

"مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ اپنے مکان تک چلیے اور دیکھ لیجیے — شاید آپ کو یاد آجائے کہ کس موقعے پر اور کس مقصد کے تحت آپ نے کھڑکیوں میں چٹخنیاں لگوائی تھیں۔"

"چ چ، چلیے — ارے مگر، آپ لوگ ہیں کون اور مجھ سے کس لیے ملنا چاہتے تھے۔" اس کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"جی بس اسی سلسلے میں تو ملنا چاہتے تھے، چٹخنیوں کے سلسلے میں۔" آفتاب نے مسمسی صورت بنائی۔

"مم میں — میں سمجھا نہیں۔"

ہم نے جلدی جلدی اسے وہ سمجھایا جو وہ سمجھا نہیں تھا اور پھر ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوگیا، لیکن مسئلہ یہ پیدا ہوگیا کہ ہم پانچ تھے، جاتے کس طرح — آخر آفتاب کو وہیں چھوڑ دیا گیا۔ جس پر اس نے بُرے بُرے منہ بنائے، لیکن کیا ہی کیا جا سکتا تھا۔ مکان کے سامنے پہنچ کر ہم ٹیکسی سے اترے اور پھر عباس بھوجہ کی آنکھیں چٹخنیوں پر جم گئیں۔ اس نے خواب کی سی کیفیت میں کہا۔

"نہیں نہیں، یہ میں نے نہیں لگوائیں۔"

خون اور دوا

جو ڈاکٹر جوزی کا علاج کر رہا تھا — اس کا نام ڈاکٹر خالد بخاری تھا — اس کے کلینک کا رخ کرتے ہوئے ہم سوچ میں بری طرح گھرے ہوئے تھے — عباس بھوجہ کے ساتھ ہم واپس اس کے نئے مکان تک گئے تھے اور پھر آفتاب کو ساتھ لے کر ڈاکٹر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

"کم از کم ایک بات جلالی نور کی نسبت ہمیں زیادہ معلوم ہے اور وہ یہ کہ مکان نمبر ۱۰۸ کی کھڑکیوں پر چٹخنیاں خود مالک مکان نے نہیں، کسی اور نے لگوائی تھیں اور یہ ایک بہت ہی عجیب بات ہے — آخر کسی نے ایسا کیوں کیا؟"

"اور اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قتل کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا ہے۔" افلاق بولا۔

"ہاں، اس میں تو کوئی شک نہیں — ہم نے چٹخنیوں کو دیکھا ہے — وہ بالکل نئی معلوم ہوتی ہیں — جب کہ عباس بھوجہ مکان کو

چھ ماہ پہلے خالی کر چکا ہے۔" اشفاق نے کہا۔

"میرے نزدیک اس کیس میں عجیب ترین بات یہ ہے کہ قاتل نے اس جرم کے لیے عباس بھوجہ کا ہی مکان کیوں منتخب کیا۔ کہیں یہ عباس بھوجہ کا ہی تو کام نہیں ہے۔" افلاق نے کہا۔

"لیکن ہم عباس بھوجہ اور جوزی کا کوئی تعلق ثابت نہیں کر سکے۔" میں نے اعتراض کیا۔

"یہ ضروری نہیں کہ ہم ہر بات ہی معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں — یہ بات بھی ہمیں صرف اتفاقیہ طور پر معلوم ہو گئی کہ جوزی مسٹر میفلر کی فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ اسی مسٹر میفلر کی فیکٹری میں جس کی کوٹھی کے ساتھ والے مکان میں واردات کی گئی ہے۔"

"واردات کا تعلق تو خیر مسٹر میفلر سے بھی ثابت نہیں ہو سکا۔" میں نے آفتاب کی بات کا جواب دیا۔

"ختم کرو بھئی، میرا تو دماغ ہلا جا رہا ہے۔ اس کیس کا کوئی سرا بھی تو ابھی تک ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔" اخلاق نے بھنا کر کہا۔

اسی وقت ٹیکسی رک گئی اور ہم نیچے اتر آئے — ڈاکٹر کا کلینک باہر سے بہت شان دار نظر آ رہا تھا — انتظار گاہ میں مریضوں کی کافی تعداد موجود تھی — جس سے ظاہر تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی پریکٹس کامیاب جا رہی تھی۔ آخر خدا خدا کر کے ہماری باری آئی ہم چاروں ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس نے ہم چاروں پر

ایک اچٹتی سی نظر ڈالی۔ وہ سر سے بالکل گنجا تھا۔ سر انڈے کے
چھلکے کی طرح صاف تھا۔ آنکھوں پر موٹے شیشے کی عینک تھی۔ اس
نے نرم آواز میں کہا:

"فرمائیے۔"

"ہم آپ سے اپنے کسی مرض کا علاج کرانے نہیں آئے
بلکہ آپ کے ایک مقتول مریض کے بارے میں بات کرنے آئے
ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مسٹر جوزی آپ کے زیرِ علاج تھے۔ یہ درست ہے نا۔"

"اوہ، آپ ان کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں، لیکن
بھئی، میرا وقت بہت قیمتی ہے، باہر بہت سے مریض موجود ہیں اور
میں پہلے ہی پولیس کو سب کچھ بتا چکا ہوں۔"

"ڈاکٹر صاحب، ہم نے بھی اپنی باری کا بہت دیر تک انتظار
کیا ہے اور اگر ایسی ہی بات ہے تو ہم آپ کی فیس ادا کرنے
کے لیے تیار ہیں؛ تاہم ہمیں صرف چند سوالات پوچھنے ہیں۔ وہ
بھی صرف اس لیے کہ آپ کے مریض کے قتل کے الزام میں پولیس
نے ایک بے گناہ آدمی کو گرفتار کر لیا ہے۔"

"اوہو اچھا، مجھے کچھ معلوم نہیں اس بارے میں۔ لیکن آپ
کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ وہ شخص بے گناہ ہے؟"

"حالات اور واقعات کا بغور جائزہ لینے کے بعد ہم اس
نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"آپ لوگ ہیں کون، آپ کا پیشہ کیا ہے؟"

"جی بس، یہی پیشہ ہے۔ بے گناہوں کو مصیبت سے نجات
دلانا۔ کیا آپ ہمارے سوالات کے جوابات دینا پسند نہیں کرو
گے؟"

"اچھا پوچھیے، لیکن ذرا جلدی۔"

"جی بس، ایک منٹ سے زیادہ نہیں لیں گے۔ مسٹر جوزی کو
کیا بیماری تھی؛ وہ اس بیماری سے اس حد تک تنگ تو نہیں تھے کہ
خودکشی کر لیتے۔"

"میں دیکھ کر بتا سکتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے کاغذات
الٹنے پلٹنے شروع کر دیے۔ آخر ایک کاغذ پر نظریں جما کر بولا:

"ہاں، ٹھیک ہے۔ اسے دمے کی شکایت تھی، لیکن مرض بہت
شدید نہیں تھا۔ میں نے اسے دوائیں لکھ دی تھیں۔"

"مہربانی فرما کر وہ دوائیں ہمیں بھی ایک کاغذ پر لکھ دیں۔"

"کیوں، آپ کیا کریں گے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ میں نے
غلط نسخہ لکھ دیا ہوگا۔" اس نے کہا۔

"جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ مسٹر جوزی کو خنجر کے ذریعے
ہلاک کیا گیا ہے۔ ہم تو یہ تفتیش کی غرض سے لکھوانا چاہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے، لکھے دیتا ہوں"۔ اس نے کہا اور دوائیں ایک کاغذ پر لکھ دیں۔

ہم ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔

"بھائی جان، آپ اس نسخے کا کیا کریں گے؟" آفتاب بولا۔

"چاٹوں گا!" میں جل کر بولا۔

"لیکن صرف نسخے کو چاٹ لینے سے آپ دمے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔" اس نے فوراً کہا۔

"کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔ سامنے والے میڈیکل سٹور سے یہ دوائیں خرید لاؤ۔" میں نے منہ بنایا۔

"جی کیا مطلب؟"

"دوائیں خرید لانے کا مطلب دوائیں بیچ آنا کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔" اخلاق مسکرایا۔

"جی جانتا ہوں اچھی طرح۔" آفتاب نے منہ بنایا۔ میرے ہاتھ سے نسخہ لیا اور بولا:

"کیا یہ نسخہ ادارے کے فنڈ، یعنی بیلنس میں سے خریدا جائے گا؟"

"اور نہیں تو کیا تم اپنی جیب سے خریدو گے؟" میں نے تیز لہجے میں کہا اور آفتاب جلدی سے میڈیکل سٹور کی طرف بڑھ گیا۔ جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں شربت کی ایک شیشی

اور گولیوں وغیرہ کا ایک لفافہ تھا۔ دوسرے ہی لمحے ہماری حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ آفتاب کے ہاتھ میں شربت کی جو شیشی تھی، وہ بالکل ویسی ہی تھی، جیسی شیشی ہمیں کمرۂ واردات میں لاش کے پاس رکھی نظر آئی تھی، لیکن یہ کوئی حیران کن بات نہیں تھی۔ حیران کن بات تو دراصل یہ تھی کہ اس شیشی پر جس کمپنی کا نام لکھا تھا، وہ سیون سیز ڈرگ سٹور کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

○

"اوہو، یہ دوائی تو مسٹر میفلر کی کمپنی نے بنائی ہے۔" میرے منہ سے نکلا۔

"ہاں، واقعی، لیکن بھلا اس سے ہم کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں؟" اشفاق نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی نہیں، کوئی نتیجہ نکالنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"ہم تمہاری طرح کام چور نہیں ہیں۔"

"اتنا بڑا الزام مجھ پر پہلی بار لگا ہے۔ یعنی جب سے شوکی اینڈ کو قائم ہوا ہے؛ حالاں کہ میں سب سے زیادہ کام کرتا ہوں۔" آفتاب نے دکھ بھری آواز میں کہا اور اس کا کہنا کچھ غلط نہیں تھا۔

لہذا اخلاق نے فوراً کہا۔

"اوہو بھئی، بُرا مت مانو۔ میں نے تو یوں ہی مذاق میں ایک بات کہہ دی تھی۔"

"چلیے نہیں مانتا بُرا۔ اب کیا پروگرام ہے۔"

"میرا خیال ہے۔ ہمیں اکبر راٹھور صاحب سے مل لینا چاہیے۔ معاملہ الجھ گیا ہے۔" اشفاق نے کہا۔

"لیکن ان سے پہلے میں ایک بار پھر ڈاکٹر صاحب سے ملنا پسند کروں گا۔ اس شیشی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے۔"

یہ کہہ کر میں پھر کلینک کی طرف مڑ گیا۔ ایک بار پھر ہمیں بہت دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ آخر باری آ ہی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے ہمیں حیران ہو کر دیکھا۔

"کیا کوئی بات رہ گئی ہے۔"

"ہم شربت کی اس شیشی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ نے خاص طور پر سیون سینز ڈرگ کمپنی کی شیشی لکھی تھی؟"

"نہیں، لیکن اس نام کا شربت اسی کمپنی کی ایجاد ہے۔ یہ دمے میں بہت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ چونکہ اس نام کا کوئی اور شربت بازار میں موجود نہیں، لہذا کمپنی کا نام ساتھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔"

"بہت بہت شکریہ — ہم نے آپ کو دوبارا زحمت دی۔"

"لیکن یہ بات آپ لوگ کیوں معلوم کرنا چاہتے تھے۔"

"اس لیے کہ کمرۂ واردات سے بھی ایسی ہی ایک شیشی ملی تھی۔"

"لیکن اس میں حیرت کی کیا بات ہے — میں نے مسٹر جوزی کو یہی دوائیں لکھ کر دی تھیں۔"

"جی ہاں واقعی، حیرت کی اس میں کوئی بات نہیں، لیکن شاید آپ یہ سن کر حیران ہوں کہ مسٹر جوزی سیون سینز ڈرگ سٹور میں ہی ملازم تھا۔"

"اب بھی اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔" ڈاکٹر نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ کا خیال ٹھیک ہے، لیکن نہ جانے کیوں، ہمیں یہ سب کچھ بہت عجیب لگتا ہے۔ اچھا اب اجازت دیجیے۔"

"دیکھیے، اس معاملے میں مجھے بھی بہت دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ میں جاسوسی ادب کا بہت شائق ہوں۔ سوتے وقت جب تک جاسوسی ناول نہ پڑھوں، نیند نہیں آتی، لہذا آپ اس کیس کے سلسلے میں کوئی نئی بات معلوم کریں، مجھے فون پر بتا دیجیے گا۔"

"بہت بہتر، ہم کوشش کریں گے۔" میں نے کہا اور پھر باہر

نکل آئے :

"حیرت ہے، یکایک ڈاکٹر صاحب کو کیس میں کیوں دلچسپی
پیدا ہوگئی اور وہ اطلاعات کیوں حاصل کرتے رہنا چاہتے ہیں؟"

"وجہ تو وہ بتا چکے ہیں ۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کو
اطمینان نہ ہوا ہے" آفتاب نے کہا۔

جب ہم اکبر راٹھور صاحب کے سامنے پہنچے، شام کے چھ
بج رہے تھے۔

"بہت تھکے ہوئے نظر آ رہے ہو" انھوں نے ہماری طرف
مسکرا کر کہا۔

"جی بس رکے بغیر کام کر رہے ہیں، اس کیس پر"

"کیا خبریں ہیں؟" انھوں نے کہا۔

اور ہم نے کیس کی تفصیل سنا دی، پھر میں خون والی شیشی
انھیں دیتے ہوئے بولا :

"اس خون کا تجزیہ کرانا ہے، اس شیشی کے شربت کا بھی"

"اچھی بات ہے ۔ میں پرائیویٹ ادارے سے یہ کام کرا دوں
گا ۔ بے فکر رہو ۔ صبح ہم باری صاحب کی ضمانت کی کوشش کر
رہے ہیں، اگرچہ امید ایک فیصد بھی نہیں"

"اللہ مالک ہے ۔ شاید ہم رات تک معاملہ حل کرنے میں
کامیاب ہو جائیں" میں نے کہا۔

"اوہو اچھا، تب تو ان دونوں چیزوں کے تجزیے کی رپورٹ
تم لوگوں کو رات سے پہلے مل جانی چاہیے"

"جی ہاں، یہ بہت ضروری ہے"

"اچھا، یہ میں ابھی بھجوائے دیتا ہوں"

یہ کہہ کر اس نے اپنے ایک ماتحت کو بلایا ۔ کاغذ پر کچھ
ہدایات لکھ کر دونوں چیزیں کاغذ سمیت اس کے حوالے کر دیں اور
وہ چلا گیا ۔

"حالات عجیب ضرور ہیں، لیکن میرا خیال پھر بھی یہی ہے کہ مجرم
باری ہی ہے"

"ہم بھی اسے مجرم ضرور خیال کرتے، اگر کھڑکی کی چٹخنی بھی لگی
ہوئی نہ ملتی، یا اگر لگی ہوئی ملی تھی تو لگانے والا باہر موجود ہونا
چاہیے تھا، جب کہ میفلر نے یہ بات پولیس سے چھپائی کہ فون کرنے
والا وہی تھا اور یہ کہ کھڑکی بھی اسی نے باہر سے بند کی تھی ۔ یہ
چیز ہمارے حلق سے نہیں اترتی"

"اور پولیس کے پاس ٹھوس وجوہات موجود ہیں، مقتول بڑا
بھائی تھا ۔ چھوٹے بھائی کی انگلیوں کے نشانات آلۂ قتل پر پائے
جاتے ہیں، گویا اس نے یہ کام بڑے بھائی کا حصہ حاصل کرنے
کے لیے کیا ہے"

"اور کیا یہ ایک کمزور وجہ نہیں ہے، جب کہ بڑے بھائی کی

"بیوی موجود ہے۔ حصہ تو اسے ملے گا۔" میں نے اعتراض کیا۔
"لیکن نگران تو چھوٹا بھائی ہی ہوگا — بڑے بھائی کے ہاں
کوئی اولاد نہیں ہوئی — ان حالات میں کچھ عرصہ بعد اگر چھوٹا بھائی
بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی بھی کرے تو مکمل طور پر اس
کے حصے کا مالک بن سکتا ہے اور یہ کوئی کمزور وجہ نہیں ہے۔"
اکبر راٹھور بولے۔

"لیکن جناب، کمرۂ واردات میں دوا کی شیشی کہاں سے آگئی۔
وہ شیشی اس نسخے میں شامل تھی جو ڈاکٹر نے جوزی کو لکھ کر دیا تھا۔
آخر وہ اس شیشی کو کیوں ساتھ لیے پھر رہا تھا — اس روز وہ
دفتر سے گھر جا ہی نہیں سکا؛ گویا سیون سینز ڈرگ کمپنی سے چھٹی کرکے
وہ سیدھا ڈاکٹر خالد غوری کے پاس گیا۔ وہاں سے نسخہ لکھوایا اور
دواؤں کی کسی دکان سے ...." میں کہتے کہتے رک گیا — ایک نئے
خیال نے میرے ذہن میں جنم لیا تھا۔

"دواؤں کی کسی دکان سے آگے بھی کچھ کہنا چاہیے آپ کو"
اشفاق نے گویا مجھے یاد دلایا۔

"مجھے ابھی ابھی ایک خیال سوجھا ہے — راٹھور صاحب، ذرا
سیون سینز کمپنی کو فون کرکے یہ تو معلوم کریں کہ اس کمپنی میں ملازمین
کو دوائیں اپنے پاس سے تو نہیں دی جاتیں؟ آخر انہیں میڈیکل الاؤنس
تو دینا پڑتا ہوگا اور میڈیکل الاؤنس وہ نقدی کی صورت میں ہرگز نہیں

دیتے ہوں گے — جب کہ وہ دواؤں کی کمپنی ہے — انہیں تو دوائیں
دینے میں آسانی رہتی ہوگی۔"

"اوہ، اچھا — میں معلوم کرتا ہوں۔" اکبر راٹھور نے چونک کر
کہا اور پھر ڈائریکٹری میں نمبر دیکھ کر فون کرنے لگے — تھوڑی دیر کے
بعد سلسلہ مل گیا۔ ایک منٹ تک گفت گو کرنے کے بعد انہوں نے ریسیور
رکھ دیا اور مسکرا کر بولے:

"تمہارا خیال ٹھیک ہے شوکی — دوائیں کمپنی خود ہی دیتی ہے
اپنے ملازمین کو۔"

"ویری گڈ، اس کا مطلب ہے، جوزی صاحب نے ڈاکٹر سے
نسخہ لیا اور کمپنی سے دوائیں حاصل کر لیں۔ اس کے بعد وہ گھر تو
گیا ہی نہیں — اب سوال یہ ہے کہ دوائیں لینے کے بعد وہ کہاں
گیا اور مکان نمبر ۱۰۸ میں کس طرح پہنچا؟"

"اس سوال کا جواب تو کوئی نجومی ہی دے سکتا ہے اور ہم
میں سے نجومی ایک بھی نہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔ اکبر راٹھور مسکرا
کر رہ گئے —

"اس کا مطلب ہے، اب خون اور دوا کی شیشی کی رپورٹ
آنے کے بعد ہی ہم کچھ کر سکیں گے۔ ویسے جناب اگر ہم صبح سے
پہلے کوئی کام کی بات معلوم کر لیں جو باری کے حق میں جاتی ہو تو
کیا آپ ضمانت کرانے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"کیوں نہیں، اس صورت میں تو وہ رہا بھی ہو سکتا ہے۔" انہوں نے کہا۔

گھر پہنچ کر ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی گنگنانے لگی۔ میں نے جلدی سے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف اکبر راٹھور تھے۔

"ہیلو شوکی، ایک انتہائی حیرت انگیز خبر سننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"کیا اب ہم مسٹر ہاری کی ضمانت کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"شاید، ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تم نے جو خون شیشی میں دیا تھا، وہ انسانی خون ہرگز نہیں ہے۔"

"جی کیا فرمایا، انسانی خون نہیں ہے، تو پھر کیا کسی جن یا بھوت کا خون ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"ابھی تک مکمل رپورٹ نہیں مل سکی۔ آدھ گھنٹے تک مکمل رپورٹ مل جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ خون کس چیز کا ہے؛ تاہم یہ ایک حیرت انگیز ترین خبر ہے کہ خون انسانی نہیں ہے۔"

"اس صورت میں مکان نمبر ۱۰۰ کی زبردست نگرانی ہونی چاہیے۔ کہیں قاتل اس خون کو غائب نہ کردے۔ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ شیشی میں میں نے جو خون بھرا تھا، وہ کمرۂ واردات کے فرش سے ہی بھرا گیا تھا۔ اس لیے آپ کے خیال میں اس کمرے میں موجود خون کی حفاظت کا کیا انتظام ہونا چاہیے۔"

"میں سوچتا ہوں۔" انہوں نے کہا اور چند سیکنڈ تک خاموشی چھائی رہی۔ آخر ان کی آواز پھر سنائی دی:

"ایک صورت تو یہ ہے کہ میں جلالی نور کو یہ بات بتا دوں۔ اس صورت میں یہ اس کا فرض ہوگا کہ وہ وہاں سے خون حاصل کرے اور اس کا تجزیہ کرائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تم لوگ خود رات بھر اس مکان کی نگرانی کرو، لیکن میں اس صورت کو غیر محفوظ خیال کرتا ہوں، لہٰذا مجھے جلالی نور کے پاس جانا ہی ہوگا۔ میں اپنے ساتھ ایک اور آدمی کو بھی لے جاؤں گا۔ تاکہ بعد میں اسے بطور گواہ پیش کیا جا سکے۔"

"یہ ترکیب بہت اچھی ہے۔ کیوں نہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں۔"

"جیسے تم لوگوں کی مرضی، مجھے کوئی اعتراض نہیں، تو پھر میں اپنی گاڑی لے کر آ جاتا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے کہا اور اکبر راٹھور نے ریسیور رکھ دیا۔

"لو بھئی، کمرے میں پھیلا ہوا خون انسانی خون نہیں ہے۔" میں نے یہ خبر انہیں بھی سنائی۔

"اوہ، اسی لیے خون اتنی زیادہ مقدار میں نظر آ رہا تھا۔" آفتاب
چونکا۔

"ارے ہاں، یہ بات تو ہم بھول ہی گئے تھے۔"

ابا جان اور امی جان خاموشی سے ہمیں تک رہے تھے۔ آخر
انہیں بھی ساری بات بتانا پڑی۔ اتنے میں باہر کار کے ہارن کی
آواز سنائی دی اور ہم باہر پہنچے۔ اکبر راٹھور پہلے کی نسبت بہت
پرجوش نظر آ رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک خوش شکل جوان آدمی
بیٹھا تھا۔ ہم پچھلی سیٹ میں دھنس گئے۔ چند منٹ بعد ہم تھانے
میں داخل ہو رہے تھے اور جب جلالی نور کے کمرے میں داخل
ہوئے تو پہلے تو اس نے حیران ہو کر ہمیں دیکھا، پھر برا سا منہ بنایا۔

"فرمائیے وکیل صاحب، کیسے آنا ہوا۔ میں کیا خدمت کر سکتا
ہوں۔"

"جوزی کیس میں ایک بہت اہم بات معلوم ہوئی ہے۔ آپ
نے کمرۂ واردات میں پھیلے خون کو تو لیبارٹری میں چیک کرایا ہوگا؟"

"اس کی کیا ضرورت تھی۔ لاش خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔
وہ خون مقتول کا ہی ہو سکتا تھا۔"

"اس قسم کے کیسوں میں خیالات کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔
ہر بات پایۂ ثبوت کو پہنچنی چاہیے، لہٰذا ہم آپ سے درخواست کرتے
ہیں کہ اس خون کا تجزیہ کرایا جائے۔"

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے۔" جلالی نور نے بھنا کر کہا۔

"اس کی ضرورت ہے۔ میرے ان شیروں نے وہاں سے
تھوڑا سا خون ایک شیشی میں حاصل کیا تھا اور میرے ذریعے اسے
ایک پرائیویٹ لیبارٹری میں چیک کرایا ہے۔ اس بات میں اب
کسی شک کی گنجائش نہیں کہ وہ خون کسی انسان کا نہیں، جانور کا
ہے۔"

"کیا، نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔" جلالی نور چلا اٹھا۔

"ہم تجربہ کر چکے ہیں اور آپ کو تصدیق کرنے کی دعوت
دے رہے ہیں۔ میرے ساتھ اس وقت درجہ اول کے ایک مجسٹریٹ
بطور گواہ موجود ہیں۔ یہ عدالت میں اس بات کی گواہی دیں گے
کہ ہم نے یہ اطلاع آپ تک پہنچا دی تھی۔ اب آپ جانیں یا
آپ کا کام۔" یہ کہہ کر اکبر راٹھور اٹھ کھڑے ہوئے۔

ان کے ساتھ ہی ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ جلالی نور کا چہرہ
ستا گیا تھا۔ اس کی آنکھیں ویران نظر آ رہی تھیں۔ ہم وہاں
ٹھہر نہ سکے اور باہر نکل کر کار میں بیٹھ گئے۔

"جلالی نور بوکھلا گیا ہے۔" اکبر راٹھور بولے۔

"ہاں، اب اسے خون کا تجزیہ کرانا ہی ہوگا۔" مجسٹریٹ مسکرا
کر بولے۔

وہاں سے ہم اکبر راٹھور کے دفتر پہنچے۔ اندر داخل ہوئے تو فون

کی گھنٹی بجنے لگی۔ راٹھور صاحب نے فوراً ریسیور اپنے کان سے لگا لیا اور پھر دوسری طرف کی گفت گو سنتے رہے۔ آخر ریسیور الٹا کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔۔۔ ان کی آنکھوں میں جوش بھی تھا اور حیرت بھی، آخر بولے:

"ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ہم کل ضمانت کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"فون کس کا تھا۔ آپ ہمارے صبر کا امتحان کیوں لے رہے ہیں۔"

"فون ہمارے لیبارٹری انچارج کا تھا۔ اس نے بتا دیا ہے کہ خون کس جانور کا ہے۔" اکبر راٹھور شریر انداز میں مسکرائے۔

"اوہ، تو پھر بتائیے نا۔"

"اور پھر جوں ہی اکبر راٹھور نے ہمیں یہ بتایا کہ خون کس جانور کا تھا۔ ہم اچھل پڑے۔ ہماری آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ پیشانیوں پر بل پڑ گئے۔

بھاگنے نہ پائے

"اور شربت کی شیشی کا کیا رہا، کیا اس دوا کی جانچ نہیں ہو سکی ابھی تک۔" چند سیکنڈ بعد میں نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، اس کے بارے میں بھی رپورٹ مل چکی ہے۔ وہ دوا دمے کی کھانسی کے لیے بہت مفید ہے اور پورے ملک میں نہایت کامیابی سے استعمال میں لائی جا رہی ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری کمپنیوں کے شربت بہت کم فروخت ہو رہے ہیں۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔۔۔ اس رپورٹ سے تو ہمارے کیس کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔" اشفاق نے پریشان ہو کر کہا۔

"کاش، ہم کسی طرح اس دوا کا بھی تجزیہ کرا سکتے جو کمرۂ واردات سے ملی تھی، لیکن وہ تو جلالی نور کے قبضے میں ہے اور وہ ہمیں اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دے گا کہ اس میں کیا چیز پائی گئی ہے۔" اکبر راٹھور بولے۔

"لیکن جناب، اس کے بارے میں جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے، صاف ظاہر ہے، اس میں وہی دمے کی دوا ہوگی جو ہمارے والی شیشی میں نکلی ہے۔" آفتاب بولا۔

"سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ جلالی نور اب کمرۂ واردات سے خون حاصل کر کے اس کا تجزیہ کراتا ہے یا نہیں، اور یہ کام تم بہتر طور پر کر سکو گے، لہٰذا فوراً مکان نمبر ۱۰۸ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اگر جلالی نور اندر داخل ہوتا نظر آئے تو مجھے بھی اطلاع کر دینا، تاکہ کم از کم ہمیں یہ تو معلوم ہو جائے کہ وہ خون لے گیا ہے۔"

"جی بہتر، ہم یہی کریں گے، بلکہ اس کے علاوہ بھی کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ تینوں اٹھے۔ جلد ہی ہم امیری روڈ پر گلی نمبر ۵ کے سامنے موجود تھے اور ایسے رخ سے کھڑے تھے کہ گلی میں داخل ہونے والے اور باہر نکلنے والوں پر بخوبی نظر رکھی جا سکے۔ احتیاط یہ اختیار کی کہ گلی کے دوسری طرف آفتاب اور اشفاق کو مقرر کیا۔

"لیکن بھائی جان، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جلالی نور آ کر جا بھی چکا ہو۔" اخلاق نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

"بھئی ہم پولیس سٹیشن سے سیدھے اکبر راٹھور کے دفتر گئے تھے اور وہاں سے سیدھے ادھر آ گئے ہیں۔ وہ اتنی جلدی کہاں

آ کر جا سکتا ہے، جب کہ انہیں کاغذی کارروائیاں بھی کرنا ہوتی ہیں۔ اور عملہ بھی روانہ ہونے کی تیاری میں کچھ وقت لگاتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد جلالی نور کی جیپ گلی میں داخل ہوتی نظر آئی۔ ہم نے سکون کا سانس لیا۔ پندرہ منٹ بعد جیپ واپس جاتی نظر آئی اور ہم دونوں گروپ آگے بڑھ کر گلی میں ملے۔

"میں ایک نظر اس مکان پر اور ڈالنا چاہتا ہوں۔ یہ بھی اطمینان ہو جائے گا کہ جلالی نور خون لے گیا ہے یا نہیں۔"

"چلیے، یہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔"

ہم کھڑکی کے راستے اندر داخل ہوئے۔ کمرۂ واردات کے فرش سے بہت سا خون کھرچا گیا تھا۔ سب کمروں کو ایک بار پھر غور سے دیکھنے کے بعد ہم چھت پر آئے۔ یہاں ابھی تک خون کے دھبے موجود تھے۔ اب میں نے ایک کاغذ پر خون کے یہ دھبے جمع کرنا شروع کیے۔

"ان کا کیا کریں گے؟" اشفاق نے حیران ہو کر کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔" میں نے کہا۔

"دیکھ تو خیر ہم رہے ہیں۔ اس کیس میں تو آپ پورے شرلاک ہومز نظر آ رہے ہیں۔" اخلاق بولا۔

"معلوم ہوتا ہے، تم آج کل زور شور سے جاسوسی ناول پڑھنے

لگے ہوئے اشفاق نے جلدی سے کہا۔
خون جمع کر کے ہم نیچے اترے اور ایک بار پھر اکبر راٹھور کے دفتر پہنچے۔

"مبارک ہو جناب، آپ کی ترکیب کارگر رہی۔ جلالی نور خون لے گئے ہیں۔"

"چلو شکر ہے۔"

"اب یہ پڑیا وصول کیجیے اور اسے بھی لیبارٹری بھیج دیجیے۔" میں نے کہا۔

"اور اس میں کیا ہے؟"

"اس میں بھی خون ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ اس میں انسانی خون ہوگا۔"

"اوہ اچھا۔" انہوں نے چونک کر کہا اور پڑیا لے کر اپنے ماتحت کو بلایا۔ ماتحت نے پڑیا لی اور ہدایت سن کر چلا گیا۔

"اب ہم چلتے ہیں۔ اس پڑیا کے بارے میں بھی رپورٹ جلد مل جائے تو اچھا ہے۔ ویسے جناب، اگر ہم ایک لاش نکلوا کر اس کا معائنہ کرانا چاہیں، تو کیا اجازت مل سکے گی۔"

"کیا مطلب؟" اکبر راٹھور حیرت سے اچھل پڑے۔

"میں چاہتا ہوں، ایک لاش قبر سے نکالی جائے۔ اس کا پوسٹ مارٹم کیا جائے۔ مجھے زبردست امید ہے کہ اسے زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے، لیکن کسی نے محسوس نہیں کیا کہ اس کی موت غیر قدرتی انداز میں ہوئی ہے، لہذا اس غریب کو دفن کر دیا گیا۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو ہمارا کیس بہت مضبوط ہو جائے گا اور ہم مسٹر جوزی کو صبح رہا کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے، تم اس کا نام وغیرہ اور تاریخ وفات لکھ کر دے دو۔"

"ہم ایک گھنٹے تک پہنچا سکتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" انہوں نے کہا۔

اور ہم نئی مہم پر روانہ ہو گئے۔ جس شخص کی لاش قبر سے نکلوانا چاہتے تھے، اس کا نام اور پتا معلوم کیا گیا اور پھر اکبر راٹھور کے حوالے کر کے ہم اپنے گھر آ گئے۔ ایک گھنٹے بعد خون کی رپورٹ مل گئی۔ اس مرتبہ خون انسانی ہی ثابت ہوا تھا اور یہ بات ہماری امیدوں کے عین مطابق تھی۔ ساتھ ہی اکبر راٹھور نے یہ خوش خبری سنائی کہ وہ لاش نکلوانے کا اجازت نامہ حاصل کر چکے ہیں اور یہ کوشش بھی کریں گے کہ پوسٹ مارٹم ہنگامی حالات میں فوری طور پر کیا جا سکے۔

ہم رات بھر جاگتے رہے۔ صبح کے تین بجے اکبر راٹھور کی آواز بذریعہ فون سنائی دی۔

"ہیلو، مبارک ہو۔ تمہارا خیال درست نکلا۔ اس غریب کو واقعی

زہر دیا گیا ہے۔ اب کیا کرنا ہے؟"

"اب آپ آرام سے سو جائیں۔ صبح عدالت میں ملاقات ہوگی۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

○

کمرۂ عدالت میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ جس وقت جج صاحب اندر داخل ہوئے، سب تعظیم سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے بیٹھنے کے بعد ہی بیٹھے۔ شروع میں کچھ دوسرے کیس پیش ہوئے۔ آخر میں ان کی باری آئی۔ مسٹر باری کو کمرۂ عدالت میں لا کر مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا۔ اس کا چہرہ بالکل زرد ہو رہا تھا۔ سرکاری وکیل کے ساتھ ہی جلالی نور بھی موجود تھا۔ ادھر ہم اکبر راٹھور کے قریب کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ جلالی نور نے کوشش کر کے کیس جج کریم الدین کی عدالت میں لگوایا تھا۔ آخر ان کی گونج دار آواز ابھری:

"مقدمے کی کارروائی شروع کی جائے۔"

"بہت بہتر جنابِ والا۔" سرکاری وکیل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے اپنا ابتدائی بیان پڑھا۔ جس میں بتایا گیا کہ کس طرح لاش دریافت ہوئی۔ خنجر پایا گیا اور خنجر پر ملزم کی انگلیوں

کے نشانات پائے گئے۔ یہ بھی کہ موقعے سے ملزم ہماری مدد سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ یہ سراسر الزام تھا۔ وہ ہماری مدد سے فرار نہیں ہوا تھا۔ ہم صبر اور سکون سے بیان سنا کیے۔ اس کے بعد ہمارے وکیل کی باری آئی۔ انہوں نے پروقار آواز میں صرف اتنا کہا:

"میں وکیل سرکار کو الزامات ثابت کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ بیٹھ گئے۔ سرکاری وکیل نے سب سے پہلے ڈاکٹر کو پیش کیا، جس نے موقعے پر لاش کا معائنہ کیا تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ کس طرح رات کے تقریباً دو بجے اسے ہیری روڈ کے مکان نمبر ۱۰ میں بلایا گیا۔ وہاں ایک عدد لاش موجود تھی۔ معائنے سے صاف پتا چلتا تھا کہ اس شخص کو خنجر مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔"

"مسٹر راٹھور، آپ جرح کر سکتے ہیں۔" گواہ کا بیان ختم ہونے کے فوراً بعد سرکاری وکیل نے کہا۔

"شکریہ ڈاکٹر صاحب، جس وقت آپ نے لاش کا معائنہ کیا۔ اس وقت رات کے دو بج رہے تھے، پھر آپ نے کیا اندازہ لگایا، اس شخص کو کس وقت ہلاک کیا گیا تھا یا اسے مرے کتنے گھنٹے ہو چکے تھے؟"

"لاش کا جسم بالکل سرد اور اکڑا ہوا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اسے شام سات بجے سے لے کر رات بارہ بجے کسی وقت

ہلاک کیا گیا" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر صاحب، یہ تو بہت لمبا وقفہ ہے۔ آپ اسے کچھ کم نہیں کر سکتے؟"

"زیادہ سے زیادہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اسے شام سات بجے سے رات دس بجے کے دوران ہلاک کیا گیا"

"شکریہ، موت کا درست وقت تو خیر ہم پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے معلوم کر لیں گے۔ آپ یہ بتائیے کہ لاش کے جسم پر خنجر کے زخم کے علاوہ کچھ اور نشانات بھی تھے"

"ہاں، اس کے سر اور کمر پر نیل پڑے پائے گئے" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"آپ کے خیال میں یہ نیل کس طرح پڑے ہوں گے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں موقعے پر موجود نہیں تھا۔" ڈاکٹر نے بے چارگی کے عالم میں کہا اور تماشائیوں نے ایک قہقہہ لگایا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ کیا وہ نشانات قاتل سے لڑائی بھڑائی کے دوران اس کے جسم میں لگے ہوں گے"

"یہ عین ممکن ہے" ڈاکٹر نے کہا۔

"شکریہ، مجھے اور کوئی سوال نہیں کرنا" اکبر راٹھور بولے اور گواہ کٹہرے سے ہٹ گیا۔

سرکاری وکیل نے اپنا دوسرا گواہ انگلیوں کے نشانات کا ماہر پیش کیا۔ اس نے آ کر بتایا کہ خنجر پر پائے جانے والے نشانات اور ملزم کی انگلیوں کے نشانات میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔"

"آپ جرح کر سکتے ہیں" سرکاری وکیل نے کہا۔

"کیا خنجر پر ملزم کے علاوہ بھی کسی کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں"

"چند مدھم سے نشانات موجود ہیں"

"کیا آپ کے پاس ان کا بھی ریکارڈ موجود ہے" اکبر راٹھور نے سوال کیا۔

"جی ہاں"

"ان نشانات کا بھی کسی اور کے نشانات سے مقابلہ کیا گیا؟"

"نہیں، مقابلے کے لیے مجھے صرف ملزم کی انگلیوں کے نشانات ہی دیے گئے تھے"

"شکریہ، میں نے کچھ اور نہیں پوچھنا" انہوں نے کہا اور یہ گواہ بھی کٹہرے سے ہٹ گیا۔

اب سرکاری وکیل نے سرجن کو پیش کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ لاش کا پوسٹ مارٹم اس نے کیا ہے اور یہ کہ موت خنجر لگنے سے واقع ہوئی ہے۔ سرکاری وکیل نے اکبر راٹھور کو جرح کی دعوت دی، تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ کا کہنا ہے کہ موت خنجر لگنے سے واقع ہوئی ہے جبکہ جسم پر اور چوٹوں کے نشانات بھی ہیں — کیا موت ان چوٹوں کی وجہ سے تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں، وہ ایسی چوٹیں نہیں جن سے آدمی مر جائے" سرجن نے کہا۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں — کیا دماغی چوٹ بعض اوقات جان نہیں لے لیتی؟"

"ہاں یہ ٹھیک ہے، لیکن یہ موت خنجر لگنے سے واقع ہوئی ہے"

"موت کس وقت واقع ہوئی آپ کے خیال میں؟"

"میرا اندازہ رات دس بجے کا ہے"

"شکریہ، آپ جا سکتے ہیں" اکبر راٹھور نے مسکرا کر کہا۔

اس کے بعد سرکاری وکیل نے جلالی نود کو بھی پیش کیا — اس نے لاش ملنے اور لاش سے پہلے ہم سے مکان نمبر ۱۰۸ کے اندر ملاقات کا حال کہہ سنایا۔ یعنی ہمارے خلاف بھی زہر اگلا۔

اس کی کہانی ختم ہوئی تو سرکاری وکیل نے اٹھتے ہوئے کہا:

"جناب والا، ان حالات کی روشنی میں میں درخواست کرتا ہوں کہ ملزم کی ضمانت منظور نہ کی جائے"

"جبکہ میرا کہنا یہ ہے کہ ملزم ضمانت پر رہا کیے جانے کا مستحق ہے" اکبر راٹھور نے جلدی سے اُٹھ کر کہا۔

"کیا آپ بھی کوئی گواہ پیش کرنا چاہتے ہیں" جج صاحب نے ان سے پوچھا۔

"جی ہاں، کیوں نہیں جناب والا، میں مسٹر شوکی کو پیش کرنا چاہتا ہوں" انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے" جج صاحب مسکرائے اور میں دھک دھک کرتے دل کے ساتھ گواہوں کے کٹہرے میں جا کھڑا ہوا۔

"مسٹر شوکی، پہلے تو آپ پرسوں رات جو کچھ ہوا بیان کر دیں اس کے بعد میں سوالات کروں گا"

"جی بہتر"

"لیکن جناب والا، گواہ نے ابھی حلف نہیں اٹھایا" سرکاری وکیل نے اعتراض کیا۔

"مطمئن رہیے، میں جو کچھ کہوں گا، خدا کو حاضر اور ناظر جان کر کہوں گا اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا"

"ٹھیک ہے شوکی — حالات بیان کرو"

"جناب والا، پرسوں رات فون کی گھنٹی سن کر ہماری آنکھ کھلی — میں نے ریسیور اٹھایا تو ایک شخص گھبرائی ہوئی آواز میں ہمیں ہیری روڈ کی گلی نمبر ۵ کے مکان نمبر ۱۰۸ میں بلا رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ایک عجیب و غریب مصیبت میں مبتلا ہو گیا

ہے۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچے۔ مکان نمبر ۱۰۸ کے دروازے پر تالا لگا
ہوا تھا۔ اس کے دائیں اور بائیں دو کھڑکیاں ہیں۔ دونوں کھڑکیوں
پر دونوں طرف چٹخنیاں لگی تھیں۔ جوں ہی ہم نے ایک کھڑکی کی
چٹخنی گرائی۔ ملزم کھڑکی میں سے باہر نکل آیا۔ اس نے ہمیں بتایا
کہ اندر ایک لاش موجود ہے۔ وہ چاہتا تھا، ہم اور وہ وہاں سے
بھاگ نکلیں، لیکن ہم نے مناسب خیال کیا کہ اندر داخل ہو کر پولیس
کو فون کریں۔ ہماری تجویز سن کر ملزم گھبرا گیا اور بھاگ نکلا۔ آخر
ہم مکان میں داخل ہوئے۔ لاش کو دیکھا اور پھر پولیس کو فون کر دیا۔
یہاں تک کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔

"شکریہ شوکی۔ اب میں سوالات شروع کرتا ہوں۔ تم نے لاش
کا معائنہ کرتے وقت کیا خاص بات نوٹ کی؟"

"پہلی بات یہ کہ لاش کے ارد گرد بہت بڑی مقدار میں
خون پھیلا ہوا تھا، جب کہ مرنے والا پتلا دبلا آدمی تھا اور اس کے
جسم سے اتنا زیادہ خون نہیں نکل سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ لاش کے
پاس دوا کی ایک شیشی رکھی تھی، جس میں سرخ سے رنگ کا سیرپ
تھا۔ پولیس کے آنے پر ہم نے بیان لکھوا دیا۔" میں یہاں تک کہہ
کر خاموش ہو گیا۔ جج صاحب کو یہ بتانے سے پرہیز کیا کہ ہمیں تھانے
بھی لے جایا گیا تھا؛ حالاں کہ جلالی نور نے ہمارے خلاف زہر اگلا تھا۔

"کیا تم نے مکان نمبر ۱۰۸ کی چھت کا بھی معائنہ کیا تھا؟" اکبر راٹھور
نے سوال کیا۔ ان کے اس سوال پر جلالی نور نے بوکھلا کر میری طرف
دیکھا۔ میں دھیرے سے مسکرایا اور بولا:

"جی ہاں، ہم نے چھت کا بھی معائنہ کیا تھا۔"

"پھر تم لوگوں نے وہاں کیا دیکھا؟"

"وہاں جگہ جگہ خون کے دھبے موجود تھے اور قدموں کے نشانات
بھی صاف دیکھے جا سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"تم نے کمرۂ واردات میں پھیلے ہوئے خون میں سے کچھ خون
ایک شیشی میں بھرا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"پھر چھت پر ملنے والے خون کے دھبے بھی ایک کاغذ پر
جمع کیے تھے؟"

"جی ہاں، پھر میں نے یہ دونوں آپ کو دے دیے اور آپ
نے ان دونوں کا تجزیہ کرایا۔ رپورٹ کے مطابق کمرۂ واردات میں
پھیلا ہوا خون کسی انسان کا نہیں، ایک جانور کا ہے، جب کہ چھت
پر پائے جانے والے خون کے دھبے انسانی خون کے دھبے ثابت
ہوئے۔"

"اوہ!" جج صاحب چونک اٹھے۔

"اور پھر آپ ہمیں ساتھ لے کر مسٹر جلالی نور کے پاس گئے۔
انہیں بتایا کہ کمرے میں موجود خون انسانی نہیں ہے، لہٰذا انہیں چاہیے

کہ وہ خون کا تجزیہ کرائیں۔" میں نے کہا۔ میرے ان الفاظ کے ساتھ ہی اکبر راٹھور نے کہا:

"اب جب کہ کمرۂ واردات میں پھیلا ہوا خون انسانی نہیں، تو ملزم کو زیرِ حراست نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر خنجر ملزم نے ہی جوزی خان کو مارا تھا تو فرش پر خون بھی مقتول کا ہونا چاہیے تھا۔"

"تب پھر یہ معاملہ کیا ہے۔ وہاں کسی جانور کا خون کیوں پھیلا ہوا پایا گیا۔" جج صاحب حیران ہو کر بولے۔

"یہی نہیں جنابِ والا، مکان نمبر ۱۰۰ کے مالک کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے مکان کی کھڑکیوں پر بیرونی طرف کوئی چٹخنیاں نہیں لگوائیں۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں کھڑکیوں پر باہر کی طرف چٹخنیاں لگی ہوئی ہیں اور یہ چٹخنیاں بالکل نئی ہیں۔ گویا کسی نے فوری ضرورت کے تحت لگوائی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے، جوزی اچانک کسی کے ہاتھوں مارا گیا۔ اسے اس خالی مکان کے بارے میں معلوم تھا، لہذا اس نے لاش اسی مکان میں ڈال دی، لیکن چونکہ خون پہلے ہی نکل چکا تھا اور پولیس خون کی عدم موجودگی میں فوراً یہ جان لیتی کہ قتل کسی اور جگہ ہوا ہے، لہذا اس نے جانور کا خون لاش کے ارد گرد پھیلا دیا، تاکہ یہ معلوم ہو کہ قتل اسی کمرے میں ہوا ہے، پھر خود ہی مقتول کے بھائی کو فون کر دیا اور فون پر خود کو بھائی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ مصیبت میں ہوں اور فلاں جگہ ہوں۔ اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی کھڑکیوں میں چٹخنیاں لگا دی گئیں، تاکہ ملزم اندر داخل ہونے کے بعد نکل نہ سکے؛ چنانچہ ملزم بھائی کی محبت میں وہاں پہنچا اور اندر داخل ہو گیا۔ کھڑکی باہر سے بند کر دی گئی اور پولیس کو فون کر دیا گیا کہ مکان نمبر ۱۰۰ میں کوئی گڑبڑ ہے۔ ادھر ملزم نے اندر جب خود کو مصیبت میں دیکھا، تو اس نے شوکی اینڈ کو کو فون کر دیا۔ ان کے کارنامے اس نے اخبارات میں پڑھے تھے اور فون نمبر وغیرہ بھی نوٹ کر رکھا تھا۔ یہ لوگ پولیس سے پہلے پہنچ گئے اور اس کے بعد پولیس۔" یہاں تک کہہ کر اکبر راٹھور خاموش ہو گئے۔

"ان حالات میں میں ملزم کو زیرِ حراست رکھنے کی کوئی وجہ نہیں سمجھتا۔ ملزم کو ضمانت پر رہا کیا جاتا ہے اور پولیس کو تفتیش کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔" جج صاحب کے یہ الفاظ سن کر جلالی نور اور سرکاری وکیل کے چہرے سیاہ پڑ گئے۔

"جنابِ والا، اگر آپ اجازت دیں تو شوکی اینڈ برادرز عدالت کے سامنے ہی اصل راز سے پردہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہاں عدالت کا کچھ وقت ضائع ہو گا۔"

"آج کی تاریخ کے تمام کیس پہلے ہی نمٹائے جا چکے ہیں، کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ جوزی کیس میں شوکی برادران بھی پیش ہو رہے ہیں، اس لیے میں نے خود ہی اس کیس کو سب سے آخر میں

پیش کرنے کی ہدایات دی تھیں۔" جج صاحب نے مسکرا کر کہا۔
"گویا آپ ہمیں اجازت دے رہے ہیں۔" میں نے خوش ہو
کر کہا۔
"ہاں بھئی، پولیس کی کارروائیوں میں وقت بھی ضائع ہوگا اور
قومی سرمایہ بھی۔ اگر اس کے بغیر ہم اصل مجرم کو گرفتار کرلیں تو
یہ بہت ہی اچھا ہے۔ میں خوشی سے وقت دینے کے لیے تیار ہوں۔"
انہوں نے کہا۔
"شکریہ جناب والا، مکان نمبر ۱۰۸ کا معائنہ کرتے وقت ہم نے
سوچا، اس مکان میں اتنی زبردست گڑبڑ ہوئی کہ چھت پر بھی
دھینگامشتی کے آثار موجود ہیں اور لاش نچلے کمرے میں۔ تو کیا
ساتھ والوں کو کوئی خبر نہیں ہوئی ہوگی۔ یہ سوچ کر ہم نے کوٹھی
نمبر ۱۰۹ کے دروازے پر دستک دی۔ مکان نمبر ۱۰۸ کے دائیں طرف
کوئی مکان نہیں لگتا، صرف ۱۰۹ کی دیوار ملی ہوئی ہے۔ اس طرح
ہماری ملاقات مسٹر میفلر سے ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ رات کے وقت
ساتھ والے مکان میں کسی گڑبڑ کی آواز نہیں سنی۔ آخر ہم مایوس
ہوکر باہر نکلے۔ باہر ہمیں ایک چھوٹی سی بچی پودوں کو پانی دیتی نظر
آئی۔ ہم اتنی چھوٹی سی عمر کی بچی کو یہ کام کرتے دیکھ کر بہت
حیران ہوئے۔ اس کی تو یہ عمر تعلیم حاصل کرنے کی تھی؛ چنانچہ ہم
نے اس سے چند سوالات کیے۔ معلوم ہوا کہ اس کا باپ اس کوٹھی میں
بطور مالی کام کرتا تھا۔ ایک صبح وہ مرگیا؛ حالانکہ وہ بھلا چنگا تھا اور
اسے کوئی بیماری بھی نہیں تھی۔ اس کی موت کے بعد مسٹر میفلر نے
اس کی بیٹی کو پودوں کو پانی دینے کا کام سونپ دیا اور اس کام
کے بدلے میں اسے دو وقت کی روٹی دینے لگے۔ اس بچی کی
دکھ بھری کہانی سن کر ہمارے دل بھر آئے۔ اس کے بعد ہم
مقتول کی بیوی سے ملے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ان کا شوہر سیون
سیز ڈرگ کمپنی میں ملازم تھا؛ چنانچہ ہم وہاں گئے تاکہ مقتول کے
بارے میں معلوم کرسکیں کہ کس قسم کا آدمی تھا۔ معلوم ہوا،
بہت نیک اور ایمان دار آدمی تھا۔ جب ہم وہاں سے باہر نکل
رہے تھے تو ہم نے ایک صاحب کو کار میں اندر داخل ہوتے دیکھا،
وہ صاحب مسٹر میفلر تھے۔ انہیں وہاں دیکھ کر اور وہ ہمیں وہاں
دیکھ کر حیران ہوئے۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا، سیون سیز کمپنی
مسٹر میفلر کی تھی۔ یہ بات ہمارے لیے کافی حیرت ناک تھی۔ مسٹر
میفلر نے ایک روز پہلے ہم سے گفت گو کے دوران یہ بات نہیں
بتائی تھی کہ مقتول ان کی کمپنی میں ملازمت کرتا تھا۔ یہی نہیں،
انہوں نے یہ بات پولیس کو بھی نہیں بتائی تھی۔ اس وقت انہوں
نے یہ بات بھی تسلیم کی کہ واردات کی رات کو دراصل انہوں نے
ہنگامے کی آواز بھی سن لی تھی اور یہ وہی تھے جنہوں نے پولیس
کو فون کیا تھا۔ جب ہم نے یہ کہا کہ یہ باتیں پولیس کے علم میں آنی

چاہییں، تو انہوں نے مجھے دھمکی دی اور اپنے ایک غنڈے کے ذریعے ہمیں پٹوایا اور جنگل میں پھینکوا دیا۔ غنڈے کا نام انہوں نے جیمو لیا تھا۔ جنگل سے ہم ایک وین میں لفٹ لے کر شہر پہنچے اور جلالی نور صاحب کو ان حالات کی رپورٹ کی، لیکن انہوں نے توجہ نہیں فرمائی — شاید انہیں ہماری باتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ لہذا ہم مایوس ہو کر وہاں سے چلے آئے۔ اس کے بعد خون حاصل کیا اور جب اس کی رپورٹ موصول ہوئی — تو گویا نقشہ ہی بدل گیا — ہر چیز بالکل صاف اور واضح ہونے لگی۔ اگر ہم اس خون کا تجزیہ نہ کراتے تو شاید مسٹر باری کو کبھی بے گناہ ثابت نہ کر سکتے۔ تمام حالات اور واقعات کا جب میں نے نئے سرے سے جائزہ لیا تو ایک چیز بہت کھٹکی — آخر میں نے اکبر راٹھور صاحب سے کہا کہ میں ایک لاش کا پوسٹ مارٹم کرانا چاہتا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے فوت ہونے والے ایک آدمی کی لاش کا — یہ میری بات سُن کر بہت حیران ہوئے، لیکن جب میں نے اس آدمی کا نام لکھ کر دیا تو یہ تیار ہو گئے اور اجازت نامہ حاصل کرنے کے بعد قبر سے لاش نکلوائی گئی۔ راتوں رات پوسٹ مارٹم کرایا گیا: چنانچہ یہ بات سامنے آئی کہ اسے زہر دیا گیا تھا۔"

اسی وقت کمرۂ عدالت میں موجود تماشائیوں کے درمیان سے ایک شخص اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ میں نے فوراً

آواز نکالی۔

"جنابِ والا، مجرم بھاگ رہا ہے۔"

"خبردار، یہ شخص بھاگنے نہ پائے۔" جج صاحب چلائے۔

دروازے پر موجود دو نگرانوں نے اس شخص کو پکڑنے کی کوشش کی جو دروازے میں سے نکلا جا رہا تھا۔ لیکن دونوں کے چہروں پر اس کی کہنیاں اس زور سے لگیں کہ وہ دروازے سے لگ کر رہ گئے اور وہ نکلا چلا گیا — عدالت میں موجود ہر شخص ہکا بکا رہ گیا۔ اسی وقت باہر سیٹیوں پر سیٹیاں بجنے لگیں شاید پولیس اس شخص کو گھیرنے میں مصروف ہو گئی تھی — ادھر کمرۂ عدالت میں موت کا سناٹا طاری ہو چکا تھا۔

کل کہانی

پھر کتنے ہی منٹ گزر گئے — آخر جج صاحب کی آواز لوگوں کے کانوں سے ٹکرائی۔

"کیا یہ شخص مسٹر میفلر تھا؟"

"جی نہیں جناب والا، یہ مسٹر میفلر کا وہ غنڈہ ہے جس کے ذریعے اس نے ہمیں پٹوایا تھا۔"

"اوہ، تب تو فوری طور پر مسٹر میفلر کی گرفتاری کا انتظام کرنا چاہیے — مسٹر جلالی نور، فوراً حرکت میں آ جائیے اور عدالت کے حکم پر مسٹر میفلر کو گرفتار کر لیجیے۔"

"جی بہتر۔" جلالی نور نے مردہ آواز میں کہا اور کمرۂ عدالت سے نکل گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد پولیس جیمو کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو سکی۔ وہ بھی اس حالت میں کہ اس وقت تک جیمو تین کانسٹیبلوں کو زخمی کر چکا تھا اور خود بھی بری طرح زخمی ہو چکا تھا۔

ے اسی حالت میں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ اتنے میں جلالی نور مسٹر میفلر کو لیے اندر داخل ہوا۔

"میں احتجاج کرتا ہوں، مجھے بغیر کسی وارنٹ کے گرفتار کیا گیا۔ مجھے اپنے وکیل کو بلانے کا موقع بھی نہیں دیا گیا۔"

اس نے عدالت میں داخل ہوتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"فکر نہ کریں مسٹر میفلر، آپ کو پوری طرح صفائی کا موقع دیا جائے گا۔ آپ کو الزامات پڑھ کر سنا دیے جائیں گے، پھر آپ اپنے وکیل سے ملاقات کر سکیں گے — ہاں تو شوکی، میں تمہاری باقی ماندہ کہانی سننے کے لیے بے چین ہوں۔"

"بہت بہتر جناب والا، جس شخص کی لاش قبر سے نکلوا کر اس کا پوسٹ مارٹم کرایا گیا، وہ اس بچی کا باپ یعنی مالی تھا۔ بچی نے بتایا تھا کہ ایک صبح اس کا باپ مردہ پڑا ملا تھا اور اس کا چہرہ نیلا ہو گیا تھا اور یہ کام ہم نے اس وقت کرایا، جب لاش کے ارد گرد پھیلا ہوا خون انسانی ثابت نہ ہوا، بلکہ مرغیوں کا نکلا۔"

"کیا!" بہت سے لوگ چلائے — ان میں جج صاحب کی آواز بھی شامل تھی۔

"جی ہاں، ہم جب مکان نمبر ۱۰۸ کا جائزہ لینے گئے تو ہماری نظر کوٹھی نمبر ۱۰۱ کے دروازے پر رکھے کوڑے کے ڈرم پر پڑی تھی،"

اس میں بہت سے مرغوں اور مرغیوں کے پر بھرے ہوئے تھے۔
ہمارے معلوم کرنے پر یہ بات سامنے آئی کہ آج مسٹر میفلر نے اپنے دوستوں کو دعوت دے رکھی ہے: حالانکہ اصل بات یہ تھی کہ دعوت تو انہوں نے مجبوری کے عالم میں دی تھی۔ لاش کے گرد پھیلانے کے لیے بہت سے خون کی ضرورت تھی اور اتنا خون دو چار مرغوں سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا، لہذا مرغی خانے سے بہت سے مرغ حاصل کیے گئے اور انہیں ذبح کر کے ان کا خون جمع کیا گیا اور لاش کے گرد پھیلا دیا گیا ۔ لہذا مرغوں کو ٹھکانے لگانے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ اپنے دوستوں کی دعوت کر دی جائے۔ یہ ہے کل کہانی جناب عالی:"

"لیکن بھئی، یہ کل کہانی کس طرح ہو گئی۔ ابھی تک یہ بات سامنے نہیں آ سکی کہ مسٹر میفلر نے مسٹر جوزی خان کو کیوں ہلاک کیا یا کرایا ۔ اس بوڑھے مالی سے اسے کیا دشمنی تھی؟" جج صاحب بولے۔

"وجہ ہم خود بھی ابھی تک تلاش نہیں کر سکے: تاہم اندازہ ضرور لگا سکے ہیں، اور ہمارا اندازہ یہ ہے کہ شربت کی جو شیشی کمرۂ واردات سے ملی تھی، یہ سارا چکر اس شیشی یا اس جیسی دوسری شیشیوں کے گرد گھوم رہا ہے ۔ ہماری درخواست ہے۔ مسٹر میفلر کی ادویات کی کمپنی کو سیل کرا دیا جائے اور ادویات کی

چھان بین کرائی جائے۔ اس طرح ساری حقیقت سامنے آ جائے گی:"

"اوہ، میں سمجھا:" جج صاحب حیران ہو کر بولے۔

اور عدالت برخاست ہو گئی ۔ تین دن بعد اکبر راٹھور کا فون ہمیں موصول ہوا:

"بھئی کچھ معلوم بھی ہے، تم نے کیا گل کھلایا ہے:" ان کی آواز میں ہنسی شامل تھی۔

"گل، کون سا گل جناب:" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"وہی میفلر گل:" انہوں نے کہا۔

"تو کیا رپورٹ موصول ہو گئی ہے:"

"ہاں، بہت سنسنی خیز خبریں ہیں ۔ یہیں آ جاؤ:" انہوں نے کہا۔

اور ہم افراتفری کے عالم میں اکبر راٹھور کے دفتر پہنچے۔ وہ ہمیں دیکھ کر دلکش انداز میں مسکرائے ۔ اور پھر کمرے کا دروازہ بند کر لیا، تاکہ کوئی ہمیں پریشان نہ کرے۔

"میفلر نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ جوزی خان اس شام سات بجے کے قریب اس کی کوٹھی میں آیا تھا۔ اس کے پاس شربت کی وہ شیشی بھی تھی ۔ اس نے کہا کہ وہ پولیس میں یہ رپورٹ درج کرانے جا رہا ہے کہ میفلر کی کمپنی دراصل دواؤں کی شیشیوں میں شراب فروخت کرتی ہے، کیونکہ اسے جو شیشی دی گئی ہے، اس

ہیں دوا نہیں، شراب موجود ہے ــ وہ شراب کے ذائقے کو پہچانتا
ہے کہ اس کے دوستوں نے ایک بار اسے یہ لت لگا دی تھی ؛
چنانچہ میفلر نے کوئی چیز اس کے سر پر مار کر اسے بے ہوش کر
دیا اور پھر جیمو کو بلا لیا ــ جیمو نے خنجر اس کی کمر میں اتار دیا۔
اب سوال یہ پیدا ہوا کہ لاش کو کہاں ٹھکانے لگایا جائے۔ انہیں
اور تو کچھ نہ سوجھا، یہی پروگرام بنایا کہ ساتھ والے مکان میں
ڈال دیا جائے ؛ چنانچہ انہوں نے لاش کے چہرے پر میک اپ
کیا، تاکہ اس کا بھائی پہچان نہ سکے ــ دروازے کے راستے لاش
نکال کر لانے اور اندر لے جانے میں خطرہ تھا، لہذا جیمو لاش کو
اٹھا کر چھت پر لے گیا اور اسے مکان نمبر ۱۰۸ کی چھت پر پھینک دیا۔
پھر خود لکڑی کی سیڑھی کے ذریعے نیچے اترا اور لاش اٹھا کر نچلے
کمرے میں لایا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ لاش کے آس پاس خون
کیسے پھیلایا جائے : چنانچہ مرغ ذبح کیے گئے ــ نسخے اور دوسرے
کاغذات چونکہ جوزی کی جیب میں تھے، اس لیے شیشی بھی لاش
کے پاس رکھ دی گئی، تاکہ یہ شک نہ کیا جائے کہ خاص طور پر
یہ شیشی غائب کی گئی ہے ــ اس دوران چٹخنیاں لگا دی گئی تھیں۔
سب کاموں سے فارغ ہو کر رات کو باری خان کو فون کیا گیا ــ
چھ ماہ پہلے مالی کو بھی اسی لیے زہر دے کر ہلاک کیا گیا تھا کہ
اس نے بھی دوا کی شیشی میں شراب پائی تھی اور کسی زمانے میں

وہ بھی شراب پیتا رہا تھا۔ بس وہ میفلر کے پاس چلا گیا اور اسے
بتا دیا کہ وہ جان چکا ہے کہ وہ کیا کاروبار کر رہا ہے : چنانچہ
میفلر نے اسے زہر دے دیا اور اس کی موت کو قدرتی موت
کہہ کر دفنا دیا گیا ــ اس غریب کی موت پر توجہ دینے والا تھا
ہی کون، لیکن مظلوم کا خون رنگ لا کر رہتا ہے۔ خنجر پر جو
دوسرے آدمی کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے تھے، ان کا موازنہ
جیمو کی انگلیوں کے نشانات سے کر لیا گیا ہے، وہ اسی کے ثابت
ہوئے ہیں۔ میفلر نے بھی اقرارِ جرم کر لیا ہے۔ طریقہ دراصل یہ
تھا کہ شراب والی شیشیوں پر ایک ننھا سا خاص نشان ایک مہر
کے ذریعے لگایا جاتا تھا اور انہیں بالکل الگ پیٹیوں میں بند کیا
جاتا تھا اور تمام شہروں کو سپلائی کیا جاتا تھا۔ لیکن کبھی کبھار
کوئی بوتل نشان لگنے سے رہ بھی جاتی ہوگی اور وہ دوا والی
شیشیوں میں شامل ہو جاتی ہوگی ــ سب لوگ تو شراب کے ذائقے
سے واقف نہیں ہوتے، لہذا کچھ لوگ دوا سمجھ کر پی گئے ہوں گے۔
لیکن مالی اور جوزی کی باری میں معاملہ اٹک گیا۔ اب مزے کی
بات یہ ہے کہ حکومت ایک عرصے سے شراب کی خفیہ فروخت
سے پریشان چلی آ رہی تھی اور شراب بنانے اور فروخت کرنے
والے اس منظم گروہ کی نشان دہی کرنے یا گرفتار کرانے والے
کے لیے حکومت نے بیس ہزار روپے کے انعام کا اعلان کر رکھا

تھا۔ یہ انعام اب تم لوگوں کو دیا جا رہا ہے۔ صبح تمہیں کمشنر صاحب
نے بلایا ہے۔"

"ارے باپ رے" ہم ایک ساتھ بولے۔

○

ہم اکبر راٹھور کے ساتھ کمشنر صاحب کے دفتر میں داخل ہوئے۔
وہ دوسرے کئی آفیسرز کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ہم پر ایک ناگوار سی
نظر ڈال کر انہوں نے اکبر راٹھور کی طرف دیکھا۔ شاید وہ انہیں
بھی نہیں پہچانتے تھے۔

"جی فرمائیے۔"

"میں اکبر راٹھور ہوں سر، اور یہ شوکی برادرز ہیں۔"

"ارے" انہوں نے چونک کر کہا۔ ناگواری جیسے کافور ہو گئی۔
پھر انہوں نے نہایت گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور کرسیوں پر بیٹھنے
کا اشارہ کیا۔

"آپ لوگوں نے اس قدر شاندار کارنامہ انجام دیا ہے کہ
بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پہلے آپ لوگ ہمارے ساتھ چائے پییں
گے۔ اس کے بعد میں آپ کو آپ کا انعام پیش کروں گا۔"

"شکریہ جناب، ہم کس قابل ہیں۔" میں نے شرما کر کہا۔

چائے اور چائے کے لوازمات سے فارغ ہو کر انہوں ایک
پیکٹ مجھے دیا۔ ظاہر ہے، اس میں بیس ہزار روپے کے نوٹ
تھے۔ ہم نے شکریہ ادا کیا اور باہر نکلے۔ فوراً ہی ہماری آنکھیں کیمروں
کی روشنیوں سے چکا چوند ہو گئیں۔ بے شمار اخباری رپورٹر وہاں جمع
تھے۔ حیرت کی بات یہ کہ جب ہم اندر داخل ہوئے تھے، اس وقت
ایک بھی نظر نہیں آیا تھا۔ وہ ضرور ادھر ادھر موجود ہوں گے اور
ہمارے اندر داخل ہونے پر دروازے کے نزدیک آئے ہوں گے۔

ان سے جان چھڑانے میں پندرہ منٹ لگ گئے، پھر اکبر راٹھور
نے ہمیں دفتر کے سامنے اتار دیا اور ہمیں مبارک باد دیتے ہوئے
آگے بڑھ گئے۔ جب ہم دفتر میں داخل ہوئے تو وہاں نہ صرف
ارشد موجود تھا، بلکہ باری خان بھی کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ آہٹ
سن کر دونوں چونکے۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ تشریف لائے۔" باری خان نے جلدی
سے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، آپ کو بہت انتظار کرنا پڑا۔"

"جی ہاں، لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ آپ لوگ تو میرے محسن
ہیں۔ یہ لیجیے اپنا معاوضہ۔" انہوں نے بھی ایک پیکٹ ہماری طرف
بڑھا دیا۔

"شکریہ، ایسی بھی کیا جلدی تھی۔ پیکٹ میں کتنے پیسے ہیں؟"

"دس ہزار روپے۔" اس نے کہا۔

"دس ہزار روپے، لیکن دس ہزار روپے تو ہم نہیں لے سکتے۔ ہم نے تو پانچ ہزار روپے لینا منظور کیے تھے۔"

"جب کہ میں نے شروع سے یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ آپ کو دس ہزار روپے ادا کروں گا۔"

"ہمیں افسوس ہے جناب، یہ نہیں ہو سکتا۔"

"دیکھیے، میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اور ہم بھی اپنی خوشی سے کہہ رہے ہیں کہ صرف پانچ ہزار روپے وصول کر سکتے ہیں۔"

"میں نے آپ جیسے لوگ آج تک نہیں دیکھے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔" آفتاب بولا۔

"ہماری امی جان کا خیال بھی سن لیں — ان کا کہنا ہے کہ ہم کبھی بھی اچھے کاروباری آدمی نہیں بن سکتے۔" اشفاق مسکرایا۔

"وہ بالکل ٹھیک کہتی ہیں — آج کے زمانے میں بھلا ایسا کون کرتا ہے کہ دوسرا دس ہزار معاوضہ دے رہا ہو اور آپ صرف پانچ ہزار قبول کر رہے ہوں۔"

"دیکھیے جناب، ہمارے والد صاحب کی نصیحت ہے کہ روزی کو حلال کر کے کھاؤ — ہم سمجھتے ہیں، اس کیس میں ہمیں پانچ ہزار سے زائد لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اتنا معاوضہ بھی اس لیے لیتے ہیں کہ اس قسم کے کیسوں میں جان جانے کا خطرہ ہے اور مار تو عام طور پر کھانا پڑتی ہے — آپ کے کیس میں بھی ہمیں ایک باکسر کے مکے ہضم کرنا پڑے۔" میں نے جلدی جلدی کہا اور آخر اسے ہتھیار ڈالتے ہی بن پڑی — پانچ ہزار گن کر جیب میں رکھ لیے اور پانچ ہزار ہماری طرف کھسکا دیے، پھر اٹھتے ہوئے بولا:

"بہرحال، میں آپ لوگوں کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

اس کے جاتے ہی امی جان اور ابا جان اندر داخل ہوئے۔ ابا جان بھرپور انداز میں مسکرا رہے تھے، جب کہ امی جان کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

"خدایا خیر، یہ آپ دونوں کے مزاجوں میں زمین آسمان کا فرق کیوں نظر آ رہا ہے؟"

"اس لیے کہ ہم دونوں تم لوگوں کی بات چیت دروازے میں کھڑے سنتے رہے ہیں — تم نے پانچ ہزار لوٹائے تو مجھے بہت خوشی ہوئی — جب کہ تمہاری امی جان کو غصہ آ گیا۔" انہوں نے کہا۔

"اوہ — امی جان ہمیں افسوس ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"افسوس کے بچے۔" انہوں نے تلملا کر کہا اور ہم مسکرا کر رہ گئے — عین اسی وقت ایک نوجوان آدمی دروازے کے عین

سامنے رکتا نظر آیا — اندر امّی جان کو دیکھ کر وہ جھجکا — ادھر ہمارے
دل دھڑکے کہ اتنی جلدی ایک اور کیس — ابھی تو ہم رقم بھی
نہیں سنبھال پائے تھے —

"ایک منٹ جناب، ہم ابھی فارغ ہوتے ہیں۔" میں نے اسے
دروازے پر ہی ٹھہراتے ہوئے کہا اور پھر امّی جان کی طرف مڑا۔

"امّی جان، آپ ذرا اندر تشریف لے جائیے۔"

"اچھا، لیکن یہ دوسرے پیکٹ میں کیا ہے؟" انہوں نے
کمشنر صاحب والے پیکٹ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ ہمیں کمشنر صاحب کی طرف سے انعام ملا ہے — اس میں
بیس ہزار روپے ہیں۔"

"کیا؟" امّی جان چلا اٹھیں اور پھر کمرے سے نکل گئیں۔ ان
کے جاتے ہی وہ نوجوان اندر آ گیا —

"تشریف رکھیے — فرمائیے ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"خدمت تو آپ کو کرنا ہی پڑے گی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"جی کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میرا خیال ہے، آپ لوگ بہت انصاف پسند
واقع ہوئے ہیں۔"

"اس میں کیا شک ہے۔" اخلاق نے جلدی سے کہا: "ہم جیسے
انصاف پسند تو آپ نے دیکھے بھی نہیں ہوں گے۔"

"تو پھر کل رقم میں سے نصف میرے حوالے کر دو۔" اس نے
پرسکون آواز میں ایک ایک لفظ چباتے ہوئے کہا —

"کیا کہا؟" ہم ایک ساتھ بولے۔

اور ہماری نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں — وہ ابھی تک
ہماری طرف شریر انداز میں دیکھ رہا تھا —

ففٹی ففٹی

چند لمحے تک ہم اسے اور وہ ہمیں گھورتا رہا — پھر مسکرا کر بولا:

"میں نے یہ کہا ہے کہ نصف روپے میرے حوالے کر دیں۔"

"لیکن، کیوں — کیوں حوالے کر دیں۔" آفتاب نے آنکھیں نکالیں۔

"اس کی خاص وجہ ہے۔" وہ شوخ انداز میں بولا۔

"اور ہم وہ خاص وجہ جاننا چاہیں گے۔"

"ٹھیک ہے، میں وجہ ضرور بتاؤں گا — جب جنگ ہوتی ہے، اس میں بڑے بڑے آفیسر بھی مرتے ہیں اور سپاہی بھی، لیکن شہرت ہمیشہ بڑوں کے نصیب میں آتی ہے، بے چارے سپاہیوں کی شہادت کا کہیں ذکر بھی سننے میں نہیں آتا — اور اس طرح لاکھوں گمنام شہید ایسے ہیں، جن کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔ حالانکہ اپنی قوم اور ملک کے لیے وہ بھی اتنی ہی پیاری زندگی قربان کرتے ہیں، جتنی کہ آفیسر لوگ......"

"آپ یہ تفصیل کیوں سنا رہے ہیں — ان پچیس ہزار روپے سے جنگ، کا اور شہیدوں کا کیا تعلق؟" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں مثال دے رہا تھا — آپ نے جو کیس حل کیا ہے، اس کیس میں میری حیثیت ایک گمنام مجاہد کی سی ہے۔" اس نے پر سکون آواز میں کہا

"کیا مطلب، آپ کا اس کیس سے کیا تعلق — آپ تو اس کیس کے دوران ایک منٹ کے لیے بھی سامنے نہیں آئے۔" اشفاق حیران ہو کر بولا۔

"اسی لیے میں نے گمنام شہیدوں کی مثال دی ہے۔"

"مہربانی فرما کر وضاحت فرمائیں — کہیں آپ کوئی بلیک میلر تو نہیں ہیں — اگر بات ایسی ہی ہے تو یقین کریں، آپ ہم سے ایک پیسہ بھی وصول نہیں کر سکیں گے، کیونکہ ہم نے آج تک کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا۔" میں روانی کے عالم میں کہہ گیا۔

"فکر نہ کریں، میں بلیک میلر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوں — ہاں، مجھے آدھا ہیرو کہہ سکتے ہیں۔"

"آدھا ہیرو؟" ہم ایک ساتھ بولے۔

"جی ہاں، اس کیس کے آدھے ہیرو اگر آپ ہیں تو بقیہ نصف ہیرو میں ہوں، لہٰذا یہ خوش فہمی دل سے نکال دیں کہ یہ کیس مکمل طور پر آپ نے حل کیا ہے اور اسی لیے میں نصف حصہ

ملنگ رہا ہوں۔"

"آپ کی بات ابھی تک ہمارے پلے نہیں پڑی۔" میں نے چلا کر کہا۔

"اچھا تو سنیئے، میں میفلر کی کمپنی میں ملازم تھا اور خاص طور پر اسی حصے میں میری ڈیوٹی تھی — جہاں شراب والی شیشیوں پر خاص نشان کی مہر لگائی جاتی تھی — یہ میں تھا، جس نے چند شراب کی شیشیوں پر نشان نہیں لگایا اور انہیں دمے کے شربت والی شیشیوں میں ملا دیا، کیونکہ میں چاہتا تھا، کسی طرح حکومت کو اس کھیل کا پتا چل جائے۔"

"اوہ۔" ہمارے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"لیکن ......" اشفاق نے چونک کر کہا: "اگر آپ اس کاروبار کو پسند نہیں کرتے تھے تو پولیس کو بھی تو اطلاع دے سکتے تھے۔"

"واہ، کیا بات کہی۔" اس کے لہجے سے گہرا طنز جھلک پڑا۔

"ارے میاں، ایسے کام پولیس والوں سے ملے بغیر نہیں ہوتے۔ میں پولیس کو فون کرتا — وہ میرا نام پوچھتے — خیر میں نام نہ بھی بتاتا تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا — پولیس والے فوراً مسٹر میفلر کو اطلاع دیتے کہ تمہارا کوئی آدمی باغی ہو گیا ہے، لہذا اندر ہی اندر تفتیش شروع ہو جاتی اور میں پکڑا جاتا پھر میرا حشر بھی جوزی اور مالی جیسا ہوتا۔"

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں — خیر آگے بیان کیجیے۔"

"بس آگے کیا بیان کروں — یہ میں تھا جس نے بہت سی شیشیوں پر شراب والا نشان نہ لگایا اور انہیں دمے کے شربت والی شیشیوں میں شامل کر دیا، تاکہ کچھ لوگ ان میں شراب پاکر دوسروں کے علم میں یہ چیز لائیں — اب یہ اور بات ہے — یہ معاملہ آپ لوگوں کے حصے میں آیا اور بہت ہی خوب صورتی سے نبٹایا گیا۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن آپ اب تک غائب کہاں رہے؟" میرے لہجے میں حیرت تھی۔

"جوں ہی میں نے اخبار میں جوزی کے قتل کی خبر پڑھی اور یہ ذکر بھی کہ اس کی لاش کے پاس دمے والے شربت کی شیشی پڑی پائی گئی ہے — میں ڈر گیا اور سمجھ گیا کہ کھیل شروع ہو چکا ہے — جس کی بنیاد میں نے رکھی تھی، لہذا میں کمپنی سے غیر حاضر ہو گیا اور غائب ہو گیا؛ تاہم عدالت میں میں ضرور آ گیا تھا، وہ بھی ڈرتے ڈرتے — اور میں نے ساری کارروائی سنی ہے، لہذا آپ خود ہی سوچیے، کیا اس معاملے میں میرا حصہ نہیں ہے — اگر میں ایسا نہ کرتا تو شراب کا یہ کاروبار نہ جانے اور کتنا عرصہ جاری رہتا اور ملک کے نوجوانوں کو کھوکھلا کرتا رہتا۔"

"بات تو ٹھیک ہے — ابا جان، آپ کا کیا خیال ہے؟" میں

ان کی طرف مڑا — اس وقت تک ابّا جان بالکل خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے تھے۔

"تم لوگوں نے کیا سوچا ہے" ابّا جان مسکرائے۔

"میرا خیال ہے، یہ صاحب واقعی نصف کے حق دار ہیں"۔

"تو پھر دیر کاہے کی ہے — دے دو انہیں ساڑھے بارہ ہزار روپے"۔

"اوں ہوں — کیا کرتے ہیں آپ — کسی کا حق ادا کرنا بہت اچھی بات ہے، لیکن پہلے اطمینان تو کر لینا چاہیے کہ یہ بات درست بھی ہے یا نہیں" دروازے کے پیچھے سے امّی جان کی آواز سنائی دی۔

"آپ بھی ٹھیک کہتی ہیں، امّی جان شکریہ — ہاں تو جناب، آپ کے پاس اپنی سچائی کا کیا ثبوت ہے" اب میں اس کی طرف مڑا —

"ثبوت نہ ہوتا تو یہاں کیسے آسکتا تھا۔ ایسی بوتلوں پر میرے بہت ہی باریک دستخط ہیں — میں وہ دستخط کاغذ پر کر دیتا ہوں۔ پولیس کے پاس جو بوتل موجود ہے۔ آپ اس سے ملا کر دیکھ لیں — دوسرے یہ کہ سیون سینز کمپنی کے ملازم اس بات کی گواہی دیں گے کہ میں کمپنی میں ملازم تھا یا نہیں اور کس جگہ پر میری ڈیوٹی تھی"۔

"بات تو ٹھیک ہے — خیر، ہم ابھی چیک کراتے ہیں"۔

اس معاملے میں بھی ہمیں اکبر راٹھور صاحب کو شامل کرنا پڑا — ان کی مدد سے بہت جلد تصدیق ہو گئی کہ وہ حضرت ٹھیک کہہ رہے ہیں؛ چنانچہ میں نے ساڑھے بارہ ہزار روپے کے نوٹ گن کر اس کی طرف کھسکا دیے۔ اس نے انہیں اٹھا کر جیبوں میں ٹھونس لیا اور بولا:

"واہ مالک، تو بھی عجیب شان کا مالک ہے۔ جب میں نے اس کام کی ابتدا کی تھی تو یہ خیال بھی آیا تھا کہ فیکٹری کو تالا لگ گیا تو خود کہاں سے کھاؤں گا، لیکن اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ جو شخص حرام کی روزی کو لات مارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے حلال راستے سے روزی عطا فرماتا ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ۔ اب میں اس رقم سے کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر دوں گا" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا — اس کے الفاظ ہمارے کانوں میں گونج رہے تھے۔ ابھی وہ دروازے تک پہنچا تھا کہ آفتاب بول پڑا۔

"ارے، آپ نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں"۔

وہ آفتاب کی آواز سن کر مڑا — مسکرایا اور پھر بولا:

"میرا نام، یوں تو میرا نام یونس مرزا ہے، لیکن آپ کے

یہ میرا نام آدھا ہیرو ہی مناسب رہے گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ باہر نکل گیا۔ ہم مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے رہ گئے۔

اشتیاق احمد
کے سنسنی خیز، ہنگامہ آرا مزاح اور جاسوسی
سے بھرپور ناول
اس ماہ کے ناول
۳۸۸ — ایجاد کا خون — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۰ روپے
۳۸۹ — باس کا خوف — منی خاص نمبر — ۱۸ ″
۳۹۰ — موت کا علاج — ″ ″ — ۱۸ ″
۱۳ — خون کے سوداگر — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۰ ″
۱۴ — قاتل قصبہ — ″ ″ — ۱۰ ″
۷ — سیاہ پوش — انسپکٹر کامران مرزا سیریز — ۱۰ ″
۷ — آدھا ہیرو — شوکی سیریز — ۱۰ ″
۷۰ — سپر میموری — سپر مسٹری سیریز — ۱۰ ″
آئندہ ماہ کے ناول
۳۹۱ — فریبی مجرم — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۰ روپے
۳۹۲ — کیمرے کا قاتل — منی خاص نمبر — ۱۸ ″
۳۹۳ — ناکامی کا تحفہ — ″ ″ — ۱۸ ″
۱۵ — ایک سازش ایک جال — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۰ ″
۱۶ — زہریلا کمرہ — ″ ″ — ۱۰ ″
۸ — پُراسرار مجرم — انسپکٹر کامران مرزا سیریز — ۱۰ ″
۸ — راج محل — شوکی سیریز — ۱۰ ″
۷۱ — سپر وینز — سپر مسٹری سیریز — ۱۰ ″
۱ — چالیس علی بابا ایک چور — کہانیوں کا نیا سلسلہ — ۴/۵۰ ″
۲ — غریب بادشاہ — ″ ″ ″ — ۴/۵۰ ″
۳ — دو دفعہ کا ذکر ہے — ″ ″ ″ — ۴/۵۰ ″
۴ — کنجوس حاتم طائی — ″ ″ ″ — ۴/۵۰ ″
اشتیاق پبلی کیشنز
۹/۱۲ نصیر آباد — مسلم پورہ — سانده کلاں، لاہور۔ فون: ۳۲۱۵۳۷